مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

اور

سلف کا موقف

ارشاد الحق اثری

الناشر:
ادارۃ العلوم الاثریہ منٹگمری بازار فیصل آباد - پاکستان فون: 041-642724

مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف کا موقف

ارشاد الحق اثری

الناشر
ادارۃ العلوم الاثریہ منٹگمری بازار فیصل آباد - پاکستان فون: 041-642724

نام کتاب : مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف کا موقف

مؤلف : ارشاد الحق اثری

تاریخ طباعت : ستمبر 2002ء

ناشر : ادارۃ العلوم الاثریہ، منٹگمری بازار فیصل آباد پاکستان
فون: 041-642724

مطبع : اُحد پریس 50 لوئر مال لاہور پاکستان
فون: 042-7232400

فہرس

پیش لفظ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم وعلى آله وصحبه ومن تبعهم إلى يوم الدين، أما بعد :-

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ایک ایسی مقدس ومحترم جماعت کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پوری امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا واسطہ ہیں۔ جس کے بغیر نہ قرآن پاک ہاتھ آ سکتا ہے نہ ہی قرآن کا بیان' جسے ہم سنت وحدیث سے تعبیر کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اول وہلہ میں انہیں ''خیر امت'' اور ''امۃ وسط'' کے لقب سے نوازا۔ اور آنحضرت ﷺ نے بھی ان کو یہ ڈیوٹی اور ذمہ داری سونپ دی کہ "**بلغوا عني ولو آية**" کہ میری طرف سے امت کو پہنچادو اگر چہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ آیت سے مراد قرآن پاک کی آیت بھی ہے آپ کی حدیث وسنت بھی اگر چہ وہ مختصر جملہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور آپ کا معجزہ بھی جو آپ کی نبوت ورسالت کی بین دلیل وبرھان ہے، بلکہ حجۃ الوداع کے عظیم اجتماع میں اس جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا ''**فليبلغ الشاهد الغائب** '' کہ حاضرین میری باتیں غائبین تک پہنچادیں۔ اس کا نتیجہ تھا کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے آپ کی تمام تر تعلیمات کو پوری دنیا میں پھیلایا۔ اور جو ذمہ داری رسول اللہ ﷺ نے ان کے ذمہ لگائی تھی اسے بکمال وتمام پورا کیا۔

ادھر دشمنان دین نے بھی سب سے پہلے صحابہ کرام کو ہی ہدف تنقید بنایا۔ انہیں بدنام کرنے اور ان کے مقدس کردار کو داغدار کرنے کے لئے ہر قسم کے حربے اختیار کیے تا کہ امت اور اس کے نبی کے درمیان کا یہ واسطہ کمزور پڑ جائے۔ اور یوں بلا کسی قد وکاوش کے اسلام کا دینی سرمایہ خود بخود زمین بوس ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ سے بغض وعناد کے اظہار اور اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے بھی ان دشمنان دین نے صحابہ کرام کو ہی ہدف تنقید بنایا۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے علامہ الدینوری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کچھ زندیق جمع ہوئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے نبی ﷺ کو برا بھلا کہا جائے مگر ان کے ایک بڑے نے کہا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ پھر انہوں نے فیصلہ کیا

کہ نبی ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو برا کہو اور ان کی برائیاں بیان کرو۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ جب کسی پڑوسی کو تکلیف دینا مقصود ہو تو اس کے کتے کو مارو۔ انہی لوگوں نے کہا کہ حضرت علیؓ کے علاوہ سب صحابہؓ جہنمی ہیں اور یہ بھی کہا کہ حضرت علیؓ ہی نبی ہیں جبرئیل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں غلطی ہوئی ہے۔ (مفتاح الجنة ص 127) معاذ اللہ۔

مدینہ طیبہ کے گورنر عبداللہ بن مصعب فرماتے ہیں کہ خلیفہ مھدی نے مجھ سے پوچھا کہ جو لوگ صحابہ کرامؓ کی تنقیص کرتے ہیں ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے! میں نے کہا وہ زندیق ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی تنقیص کی تو ان میں ہمت نہ تھی انہوں نے صحابہ کرام کی تنقیص بیان کرنا شروع کر دی۔ وہ یوں، گویا یہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ برے لوگوں کے ساتھ رہتا تھا۔ **کان یصحب صحابة السوء**'' (تعجیل المنفعة ص235) خطیب بغدادی نے یہی واقعہ کچھ تفصیل سے تاریخ بغداد ص175 ج 10 میں بھی بیان کیا ہے۔

اس تفصیل سے بغض صحابہؓ اور ان کے بارے میں لب کشائی کا پس منظر واضح ہو جاتا ہے، مگر دشمنان اسلام اپنی تمام تر تدبیروں کے باوجود اس میں کامیاب نہ ہو سکے، اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اس واسطہ کی عدالت وصداقت کو داغدار نہ کر سکے محدثین عظام اور فقہاء کرام نے بیک زبان "**الصحابة كلهم عدول**" کا ایسا صور پھونکا کہ اس کے مقابلے میں تمام کوششیں ہیچ ثابت ہوئیں۔ والحمدللہ علی ذلک۔!

اوائل میں اسلام دشمنی کے اس محاذ پر ابن سبا کی ذریت تھی، رفتہ رفتہ اس میں بدعی و کلامی فرقوں نے بھی حصہ لیا، آخری دور میں مستشرقین اور ان کی معنوی اولاد نے بھی اس میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ادھر علمائے حق نے ہر دور میں اس فتنہ کا تعاقب کیا اور دفاع صحابہؓ کا حق ادا کر دیا۔ **جزاهم الله أحسن الجزاء**۔

مگر انتہائی افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو اہل السنة والجماعة کہنے والے کئی حضرات نے بھی اپنی تحقیق وریسرچ کا ایک عنوان اسی کو بنایا جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل وکردار کو داغدار کرنے کی سعی نامشکور کی گئی، ان کے آپس کے منازعات ومشاجرات کو موضوع سخن بنا کر ان کی شخصیت واہمیت کو ختم کرنے کی پوری کوشش کی گئی اور بڑے تسلسل اور چابکدستی سے یہ باور کرایا گیا کہ ان کی تمام تر کوششیں دین واسلام کے لئے ہی نہیں بلکہ خودغرضی اور جاہ پسندی پر بھی مبنی تھیں، وہ آپس میں اسی طرح لڑتے جھگڑتے تھے جس طرح

بادشاہت کے طلبگار باہم دست وگریبان ہوتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

حالانکہ تمام اہل السنۃ کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرامؓ کے باہمی ان معاملات و اختلافات کا فیصلہ کوئی تاریخی مسئلہ نہیں بلکہ ایمان وعقیدہ کا مسئلہ ہے کہ وہ ان مشاجرات کے باوجود عادل وصادق ہیں اور امت کے ہدی خواں ہیں، تمام سلف کا یہی موقف ہے، کتب عقائد میں تمام ذمہ دار حضرات نے اس مسئلہ کو خوب مبرہن کیا ہے، جس کی ضروری تفصیل ہم اس رسالے میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

ہم نے اس میں مقام صحابہؓ، عدالت صحابہؓ اور سب صحابہؓ کے متعلقات ومباحث پر قصداً بحث نہیں کی اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کے بارے میں مجرمانہ کردار ادا کرنے والوں کی شرعی پوزیشن پر بحث کی ہے ورنہ اس کا حجم سہ چند ہو جاتا ہم نے صرف یہ عرض کرنے کی کوشش کی ہے کہ تمام اہل سنت اور سلف امت کے نزدیک مشاجرات صحابہؓ کا حکم کیا ہے تاکہ عامۃ الناس اسے پڑھ کر صحابہ کرامؓ کے بارے میں اپنے عقیدہ کی اصلاح کر سکیں اور ان مباحث کو زیر بحث لانے سے گریز کریں۔ کیونکہ ان واقعات کو دہرانے اور بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہے اس سے صحابہ کرامؓ کے بارے میں ایک عام انسان اپنی ناسمجھی کی بنا پر سوءِ ظن کا شکار ہو جاتا ہے اور ان سے وہ عقیدت ومحبت کھو بیٹھتا ہے جو ایک مومن صادق سے ان کے بارے میں مطلوب ومقصود ہے۔ آج سے تقریباً 30 سال قبل "عدالت صحابہؓ" کے عنوان سے ادارۃ العلوم الاثریہ ایک رسالہ شائع کر چکا ہے جس میں اس موضوع پر مختصراً بڑی نفیس بحث ہے مگر افسوس کہ ایک عرصہ سے وہ بھی دستیاب نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے توفیق بخشی تو ان شاء اللہ اسے بھی دوبارہ حک واضافہ کے ساتھ شائع کر دیا جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ دفاع صحابہؓ کی اس حقیر کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس کار خیر میں حصہ لینے والوں اور ادارہ کی دامے درمے سخنے خدمت واعانت کرنے والوں کی مساعی حسنہ کو قبول فرمائے۔

آمین یا رب العالمین۔!

ارشاد الحق اثری

31/8/2001

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين وعلى اله وصحبه أجمعين ومن تبعهم إلى يوم الدين ،

أما بعد:

تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اس پر اتفاق ہے کہ "الصحابة كلهم عدول" تمام صحابہ کرامؓ عادل ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد فضیلت اور علو مرتبت کے اعتبار سے صحابہ کرامؓ ہی کا درجہ و مرتبہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے علاوہ ائمہ دین کو فقیہ' محدث' مجتہد' شیخ الاسلام' شیخ المصلحین' امام العارفین' قدوۃ السالکین' سند الکاملین اور نا معلوم کن کن القاب سے یاد کیا جاتا مگر کسی صحابی کے نام کے ساتھ یہ سابقے اور لاحقے آپ کو کہیں کسی کتاب میں نظر نہیں آئیں گے اس لئے کہ

چو صد آمد نو دہم پیش ماست

"جب سو کہہ دیا تو اب ایک سے ننانوے تک سب کچھ آ گیا" بالکل اسی طرح جب "صاحب رسول اللہ ﷺ" یعنی "صحابی" کہہ دیا تو پھر کسی اور وصف کی حاجت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ تمام اوصاف حسنہ سے متصف حضرات مل کر بھی صحابی رضی اللہ عنہ کے درجہ اور مرتبہ کو پہنچ نہیں پاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے خبردار فرمایا کہ تم میں سے کسی اعلیٰ ترین فرد کی بڑی سے بڑی نیکی صحابی کی ادنیٰ ترین نیکی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لاتسبوا اصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً مابلغ مد أحدهم ولانصيفه"

(صحیح بخاری مع فتح الباری ص 21 ج 7' مسلم ص 310 ج 2)

میرے صحابہ کو برا نہ کہو تم میں سے اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو ان کے 425 گرام صدقہ کئے ہوئے جو بلکہ اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

بلکہ حافظ ابن حجرؒ نے امام البرقانیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ایک روایت میں **انفق مثل احد ذهباً کل یوم** کے الفاظ ہیں کہ اگر کوئی ہر روز احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تب بھی وہ 425 گرام یا اس سے نصف خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوسکتا۔ (فتح الباری ص 34 ج 7)، صحیح مسلم وغیرہ میں اسی روایت کے سبب بیان کا ذکر ہے کہ حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف [1] کے مابین تلخی پیدا ہوئی تو حضرت خالدؓ کی زبان سے حضرت عبدالرحمٰنؓ کے بارے میں نازیبا کلمات نکل گئے۔ اس کی خبر آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا میرے صحابہؓ کو برا مت کہو۔

قابل غور بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مابین فرق مراتب ایک مسلمہ حقیقت ہے فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہونے والے اور اس کے بعد مسلمان ہونے والے برابر نہیں، فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہونے والے بہر آئینہ افضل ہیں، اسی طرح فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہونے

---

[1] حضرت عبدالرحمٰن عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ایک بار کسی سخت تکلیف کی بنا پر غشی کا دورہ پڑ گیا۔ اہل خانہ نے سمجھا کہ شاید ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد انھیں افاقہ ہوا تو انھوں نے اللہ اکبر کہا، گھر والوں نے بھی تعجب سے اللہ اکبر کہا، پھر انھوں نے فرمایا کہ کیا مجھ پر غشی طاری ہوئی تھی؟ تو اہل خانہ نے کہا: جی ہاں، انھوں نے فرمایا کہ غشی کے دوران ایسا ہوا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے کہا: چلو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے تیرے بارے میں فیصلہ لیتے ہیں، چنانچہ ہم چلے تو راستے میں ایک شخص ملا، اس نے کہا: کسے کہاں لے جارہے ہو، ان دونوں نے کہا: اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں فیصلہ لینا چاہتے ہیں، تو اس نے کہا: واپس لوٹ جاؤ۔

''انه من الذين كتب الله لهم السعادة والمغفرة و هم في بطون امهاتهم''

"یہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں سعادت مندی اور مغفرت اللہ تعالیٰ نے اس وقت سے لکھ دی ہے جب وہ شکم مادر میں تھے" (الحاکم ج 3 ص 307، المعرفۃ والتاریخ ج 1 ص 367، السیر ج 1 ص 89 وسندہ صحیح)

والوں میں وہ افضل ہیں جو صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے۔ پھر ان میں وہ جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر والوں میں سے افضل عشرہ مبشرہ ہیں اور ان میں سے خلفائے راشدین افضل ہیں۔ اور خلفائے راشدین میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ جس کی تفصیل عقائد اور علم کلام کی کتابوں میں بالدلائل موجود ہے مگر یہ تفصیل ہمارا موضوع نہیں۔ ہمیں تو صرف یہ بات عرض کرنی ہے کہ حضرت خالدؓ جنہیں ''**سیف من سیوف اللہ**'' اللہ کی تلوار کا لقب سرکار دو عالم ﷺ کی زبان اقدس سے ملا۔ جب وہ بھی اپنی تمام تر خدمات کے باوصف حضرت عبدالرحمٰنؓ کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے، آنحضرت ﷺ نے انہیں حضرت عبدالرحمٰنؓ کے بارے میں سخت سست کہنے سے خبردار فرمایا تو کسی غیر صحابی کا صحابیؓ کو سب و شتم کرنا اور ان کے بارے میں ناگفتنی باتیں کرنا کیونکر روا ہو سکتا ہے؟ اور اسے صحابی کے درجہ و مرتبہ تک کیونکر رسائی حاصل ہو سکتی ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

"لاتسبوا اصحاب محمد ﷺ فلمقام أحدهم ساعة يعني مع رسول الله ﷺ خير من عمل أحدكم عمره" (ابن ماجه، فضائل الصحابة لأحمد ص 67 ج 1 السنة لابن ابی عاصم ص 484 ج 2، اصول اهل السنة ج 7 ص 1249)۔

کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کو برا نہ کہو، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی ایک گھڑی تمہاری زندگی بھر کے اعمال سے بہتر ہے۔ [1] علامہ علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر ص 68 میں یہی قول بعینہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی نقل کیا ہے۔ اسی طرح حضرت سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل نے فرمایا:

"لمشهد رجل منهم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يغبر فيه وجهه خير من عمل أحدكم عمره ولو عمر عمر نوح"

---

[1] اسی حوالے سے اس سلسلے میں سلف کے مزید اقوال آئندہ اپنے مقام پر آئیں گے۔

”کہ کسی صحابیؓ کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرنا جس میں اس کا چہرہ خاک آلود ہو گیا ہو تمہارے زندگی بھر کے اعمال سے افضل ہے اگرچہ عمر نوح بھی دے دی جائے۔“ (ابوداؤد ص 344 ج 4، نسائی وغیرہ)

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ناگوار بات سننا گوارا نہ تھا

صحابہ کرامؓ کے بارے میں اگر کوئی ناگوار بات کہتا تو آنحضرت ﷺ پر یہ گراں گزرتا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

لا یبلغنی أحد من اصحابی عن احد شیئًا فإنی أحب أن أخرج الیکم وانا سلیم الصدر۔"

(ترمذی مع التحفہ ص 367 ج 4، ابوداؤد مع العون ص 415 ج 4' احمد ص 396 ج 1' وغیرہ)

”کہ کوئی شخص مجھ سے میرے کسی صحابیؓ کی شکایت نہ کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تمہاری طرف نکلوں اور میرا دل صاف ہو“

سبِّ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ممانعت

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ اللہ فی أصحابی لاتتخذوھم غرضاً بعدی فمن أحبھم فبحبی أحبھم ومن أبغضھم فببغضی أبغضھم ومن آذاھم فقد آذانی۔

(ترمذی ص360ج 4 وحسنہ، صحیح ابن حبان)

”اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہؓ کے معاملے میں، ان کو میرے بعد ہدف تنقید نہ بنانا کیونکہ جس نے بھی ان سے محبت کی تو یہ میری محبت کی بنا پر اور جس نے ان سے بدظنی وبغض رکھا اس نے مجھ سے بدظنی کی بنا پر ان سے بغض رکھا جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی۔“

ان دونوں روایات میں گو کلام ہے مگر صحابہ کرامؓ کو برا کہنے کی ممانعت سے متعلقہ صحیح روایات ان کی مؤید ہیں۔ اور مآل سب کا ایک ہی ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

"دعوا أصحابي لاتسبوا أصحابي" (البزار)

میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے درگزر کرو، میرے صحابہؓ کو برا مت کہو علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے سب راوی صحیح بخاری و مسلم کے راوی ہیں، **رجاله رجال الصحيح** (مجمع الزوائد ص 21 ج 10)۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ صدیقہ سے بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لاتسبوا أصحابي لعن الله من سب أصحابي" (طبراني أوسط)

میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہو اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو جو میرے صحابہؓ کو برا کہتا ہے۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ علی بن سھل کے علاوہ اس کے باقی سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں اور علی بن سھل بھی ثقہ ہے۔ (مجمع الزوائد ص 21 ج 10)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"من سب أصحابي فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين"

(طبراني' صحيح الجامع: 6285' السلسلة الصحيحة:2340)

جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتا ہے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی طرف سے لعنت ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

" احفظوني في أصحابي " (ابن ماجه ص 172' أحمد ص 26ج 1' أبويعلى ص 102 ج 1' الصحيحة :431، 1116)

لوگو! میری وجہ سے میرے صحابہؓ کا خیال رکھو، ان کی رعایت کرو۔ بعض روایات میں "أحسنوا إلى أصحابي" کے الفاظ ہیں کہ میرے صحابہؓ کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا:

”اذا ذکر اصحابی فأمسکوا ، واذا ذکر النجوم فأمسکوا، واذا ذکر القدر فأمسکوا“

(طبرانی وغیرہ، الصحیحۃ نمبر 34)

”کہ جب میرے صحابہؓ کے بارے میں ذکر ہو تو خاموش رہو، جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہو، اور جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہو۔“

تقدیر پر ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ مگر اس میں بحث ونظر کی ممانعت ہے۔ ستاروں کے احکام اوران کی تاثیر کے بارے میں بحث وتمحیص منع ہے، اسی طرح صحابہ کرامؓ کے مابین منازعات ومشاجرات پر بحث وتکرار اوران کے بارے میں طعن وتشنیع سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا، حضرت ابن عباسؓ سے یہی روایت موقوفاً ان الفاظ سے ہے، انھوں نے فرمایا:

”یا غلام ایاك و سب اصحاب محمد ﷺ فان سبھم مفقرۃ .. الخ“

(الثقات لابن حبان ج ۸ ص ۳)

کہ اے برخوردار! صحابہ کرامؓ کو برا کہنے سے اجتناب کرو، کیوں کہ ان کو برا کہنا فقر و مسکینی کا باعث ہے، ستاروں میں غور وفکر کہانت اور تقدیر کی تکذیب زندقت کو دعوت دینا ہے۔ یعنی صحابہ کرامؓ کو برا کہنا اپنے نامۂ اعمال کو برباد کرنا ہے، جو آخرت میں فقر و بے کسی کا باعث ہوگا۔ اعاذنا اللہ منہ۔!

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ

"أمروا ان یستغفروا لاصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسبوھم" (مسلم ج 2 ص 421)

”حکم تو یہ دیا گیا کہ محمد ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں استغفار کرو مگر لوگوں نے انہیں برا بھلا کہنا شروع کردیا۔“

رب ذوالجلال والاکرام نے مالِ فے اور مالِ غنیمت کے حقداروں کا ذکر کرتے

ہوئے فرمایا ہے کہ یہ مہاجرین وانصار کا حق ہے اوران لوگوں کا بھی حق ہے جوان کے بعد ہوئے ،اور وہ اپنے لیے اوراپنے سے پہلے ایمانداروں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

والذین جآء و من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلاً للّذین آمنوا ربنا إنك رء وف رحیم" (الحشر:10)

اور جوان مہاجرین وانصار کے بعد آئے ، جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کوئی بغض نہ رکھ اے ہمارے رب بے شک تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

یہی وہ آیت ہے جس کی طرف ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے اشارہ فرمایا کہ حکم تو صحابہؓ کے بارے میں استغفار کا تھا مگر لوگ انہیں گالیاں دینے لگے بلکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ تو فرماتے ہیں۔

"لا تسبوا أصحاب محمد ﷺ فإن الله عزوجل أمرنا بالاستغفار لهم وهويعلم انهم سيقتلون۔"

''کہ صحابہ کرامؓ کو برا مت کہو ، بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جانتے ہوئے کہ وہ عنقریب قتل وقتال میں مبتلا ہوں گے ہمیں ان کے بارے میں استغفار کا حکم فرمایا ہے۔

(فضائل الصحابه لابن احمد ص 70 ج 1، ص 1152 ج 2، اصول اعتقاد ص 1250,1245 ج 7، الشریعه للاما م الآجری ص 2492 ج 5، منهاج السنة ص 154 ج 1، الصارم المسلول ص 574 وغیره)

حضرت سیدنا زین العابدین رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ عراق سے ان کے ہاں ایک وفد آیا جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنھم کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں تو انہوں نے فرمایا: کیا تم مہاجرین میں سے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا، جی

نہیں، پھر حضرت زین العابدین نے فرمایا: کیا تم انصار میں سے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا، جی نہیں۔ پھر حضرت زین العابدین نے فرمایا: جب تم ان دونوں میں سے نہیں تو میں گواہی دیتا ہوں تم ان لوگوں میں سے بھی ہرگز نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

والذین جاء و من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالإیمان...الآیۃ

''کہ جو لوگ بعد میں آئے کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم کو اور ہمارے سابق ایمان لانے والے بھائیوں کو بخش دے اور ہمارے دلوں میں مومنوں کے بارے میں کوئی کینہ نہ رکھ۔'' تم یہاں سے نکل جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ وہی معاملہ کرے جس کے تم حقدار ہو۔ یہ واقعہ حلیۃ الاولیاء ص 137 ج 3، تفسیر قرطبی ص 31 ج 18 کے علاوہ معروف شیعہ مؤرخ علامہ علی بن عیسیٰ اربلی کی کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ ص 267 ج 2 مع ترجمہ المناقب فارسی میں بھی مذکور ہے۔

ان تمام احادیث و آثار سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں استغفار کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں بری اور ناگوار بات کرنے، ان کی مذمت یا ان کو سب و شتم کرنے سے منع فرمایا اور اس کے مرتکبین کو لعنت کا مستحق قرار دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے درگزر کرنے کا حکم

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا:

"فاقبلوا من محسنھم وتجاوزوا عن مسیئھم"

(بخاری مع الفتح ص 121 ج 7، مسلم)

کہ ان کے نیک آدمیوں کی نیکیوں اور خوبیوں کا اعتراف کرو اور ان کے خطا کاروں کی خطاؤں اور لغزشوں سے صرف نظر کرو۔ صحیح بخاری ہی میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ

آنحضرت ﷺ اپنی آخری بیماری میں مبتلا تھے۔ کچھ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم ایک جگہ بیٹھے آنحضرت ﷺ کو یاد کر کے رو رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ ان کے پاس سے گزرے ان کی کیفیت معلوم کی اور پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی دل گرفتگی کا ذکر کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سارا ماجرہ سن کر مسجد میں تشریف لائے سر میں درد کی بنا پر سر مبارک کپڑے سے باندھ رکھا تھا۔ منبر پر تشریف لے گئے۔ "**ولم یصعد بعد ذلك الیوم**" منبر مبارک پر یہ چڑھنا آپ کا آخری بار تھا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: لوگو! میں تمہیں انصارؓ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں وہ تو میرے جان وجگر ہیں۔ وہ اپنا حق ادا کر چکے اب ان کا حق (جنت ملنے کا) باقی ہے ان میں جو نیک ہو اس کی قدر کرو اور جو برا ہو اس کے قصور سے درگزر کرو۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مابین رنجش پیدا ہوگئی تو حضرت ابوبکرؓ نے معذرت کر لی اور حضرت عمرؓ سے معافی طلب کی، مگر حضرت عمرؓ نے بے نیازی دکھلائی، آنحضرت ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا:

"**فهل انتم تارکوالی صاحبی**" کیا تم میری خاطر میرے دوست کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں؟ (بخاری مع الفتح ص 18 ج 7 ملخصاً)

حضرت خالدؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے مابین ہونے والی شکر رنجی کا ذکر پہلے گزر چکا۔ اسی واقعہ میں مسند احمد اور بزار کے الفاظ ہیں "**دعوا الی اصحابی**" کہ میری وجہ سے میرے صحابہ سے درگزر کرو۔ (مجمع الزوائد ص 15 ج 10)

یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بشری تقاضا کے مطابق کچھ کوتاہیاں سرزد ہوئیں مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا، فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کو خط لکھ کہ خبردار کر دینا چاہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے خلاف اقدام کرنے والے ہیں ۔جس کی تفصیل حدیث وتاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کا خط پکڑا گیا۔ عسکری نقطۂ نظر سے حضرت حاطبؓ کا یہ عمل ملت اسلامیہ سے بغاوت کے زمرہ میں آتا

تھا۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت عمرؓ فاروق نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیجئے میں اس منافق کا سر قلم کردوں مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حاطبؓ بدری صحابی ہے تمہیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے فرمایا ہے کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تشریف فرما تھے کہ کچھ لوگوں نے حضرت علیؓ کے متعلق یاوا گوئی شروع کردی۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا:

"مهلا عن اصحاب رسول الله ﷺ فانا اصبنا ذنبا مع رسول الله ﷺ فأنزل الله عزوجل "لو لا كتب من الله سبق لمسكم فيما أخذتم عذاب عظيم" وأرجو أن تكون رحمة من الله تعالى سبقت لنا" (المطالب العالیہ ص 340 ج 4)

رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں یاوا گوئی سے باز آ جاؤ۔ ہم سے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں غلطی ہوگئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر کوئی اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا اس کی پاداش میں تم کو بڑی سزا دی جاتی اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمارے بارے میں سبقت لے گئی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے اسی اثر کے تحت لکھا ہے: "**هذا اسناد صحيح و قد اشتمل هذا المتن على فوائد جليلة**" کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اور یہ تین بڑے عظیم فوائد پر مشتمل ہے۔ امام حاکم نے بھی المستدرک (ص 229 ج 2) میں اس کو ذکر کیا ہے اور اسے علی شرط شیخین صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبیؒ نے بھی تلخیص المستدرک میں ان سے موافقت کی ہے۔

سورہ انفال کی یہ آیت نمبر 68 غزوۂ بدر کے پس منظر میں نازل ہوئی جس میں اسیران بدر سے فدیہ لے کر انھیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اللہ ذوالجلال کے ہاں یہ فیصلہ پسندیدہ نہ تھا۔ اسی پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں پہلے سے لکھے ہوئے فیصلہ سے اہل بدر کے بارے میں مغفرت عامہ مراد ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعدؓ کے علاوہ سعید

بن جبیرؒ، عطاءؒ، مجاہدؒ، سفیان ثوریؒ اور اعمشؒ کا بھی یہی قول ہے۔(ابن کثیر ص360 ج4)
اسی لیے حضرت سعدؓ نے حضرت علیؓ کے بارے میں طعن و ملامت کرنے والوں کو ٹوکا کہ جب اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ کے بارے میں بھلائی کا فیصلہ فرما چکے ہیں تو تم ان کے بارے میں یاوا گوئی کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ نہ کرو۔

بعض صحابہ کرامؓ سے شربِ خمر کا جرم سرزد ہوا، تو بعض سے زنا کا، حد لگی اور وہ اس جرم سے بری الذمہ قرار پائے۔ ان زلات کے باوجود ان کا احترام واجب ہے۔ کسی کو اجازت نہیں کہ وہ ان پر زبان طعن دراز کرے۔ غزوہ احد کے موقع پر جب شدید رن پڑا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تتر بتر ہو گئے۔ اور بعض میدان چھوڑ کر مدینہ طیبہ بھاگ نکلے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلهم الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا الله عنهم ان الله غفور حلیم۔ (آل عمران : 155)

''کہ تم میں سے جو لوگ مقابلے کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے ان کی اس لغزش کا سبب یہ تھا کہ ان کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیئے تھے۔ اللہ نے انہیں معاف کر دیا' اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔''

غور فرمایئے! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تو اس کوتاہی کے مرتکبین کو معاف فرما دیا مگر جن کے دلوں میں صحابہ کرامؓ اور بالخصوص حضرت عثمانؓ کے بارے میں سوئے ظن پایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان معافی کے باوجود انھیں معاف کرنے کو تیار نہیں۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف مصر کے رہنے والے پیش پیش تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اہل مصر ہی میں سے ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے عثمانؓ احد کے روز بھاگ گئے تھے؟ ابن عمرؓ نے فرمایا: معلوم ہے۔ اس نے کہا: آپ کے علم میں ہے کہ وہ غزوہ

بدر میں بھی شریک نہ تھے؟ ابن عمرؓ نے فرمایا: ہاں معلوم ہے۔ اس نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان میں بھی شریک نہ تھے؟ ابن عمرؓ نے فرمایا: ہاں معلوم ہے۔ اس نے اللہ اکبر کہا۔ (یعنی اتنی غلطیوں کے باوجود وہ خلیفہ کیسے) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: ادھر آؤ، میں تمھیں ان باتوں کی حقیقت بتلاتا ہوں۔ احد کی لڑائی میں بھاگ جانا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا اور انھیں بخش دیا۔ رہا بدر میں شریک نہ ہونا تو اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آنحضرت ﷺ کی صاحب زادی (رقیہؓ) تھیں۔ وہ بیمار تھیں جس کی بنا پر انھیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (تم ان کی خدمت مدارت میں رہو) تمھیں بدر میں شریک ہونے والے کے برابر اجر و ثواب اور مال غنیمت میں برابر کا حصہ ملے گا۔ رہا بیعت رضوان میں غائب ہونا (تو اس میں بھی ان کی فضیلت ہے) اگر اہلِ مکہ میں آنحضرت ﷺ کے نزدیک حضرت عثمانؓ سے زیادہ کوئی عزت والا ہوتا تو اس کو بھیجتے۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو ان کی طرف بھیجا۔ حضرت عثمان وہاں گئے ہوئے تھے کہ بیعت رضوان ہوئی۔ اس پر بھی آنحضرت ﷺ نے اپنے سیدھے ہاتھ سے اشارہ فرمایا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اس کو اپنے بائیں ہاتھ پر مارا اور فرمایا: یہ عثمان کی بیعت ہے۔ پھر ابن عمرؓ نے اس شخص سے کہا: یہ تینوں جواب اپنے ساتھ لے جانا۔ (بخاری ج 1 ص 523)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جو فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا تو یہ اسی آیت کی بنا پر فرمایا۔

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم۔ (آل عمران : 155)

جیسا کہ ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں۔ اندازہ کیجیے کہ حضرت عثمانؓ سے عداوت میں کیا کیا باتیں بنائی گئیں اور حقائق کے بالکل برعکس کس قدر غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کیا گیا۔ [1]

---

[1] حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

<=

اللہ سبحانہ وتعالیٰ علام الغیوب ہیں، وہ ہر ایک کی پوزیشن کو خوب جانتے ہیں۔

=> **عمل امیر المؤمنین عثمان بن عفان ثنتی عشرة سنة لا ینکرون من امارته شیئا ، حتی جاء فسقة** "(التاریخ الصغیر للبخاری ص 34)

کہ فساق کی آمد سے پہلے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کی امارت کے بارہ سال میں تو ان کے کسی عمل پر کسی نے انکار واعتراض نہیں کیا اور جن حضرات نے ان کے بعض معاملات پر اعتراض کیا ان کا دفاع حضرت علیؓ نے کیا۔ چنانچہ ماضی قریب میں حضرت عثمانؓ کے سب سے بڑے ناقد بھی اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے کہ حضرت عثمان کے خلاف جتھہ بندی کرنے والے :

"کسی علاقے کے بھی نمائندہ نہ تھے بلکہ ساز باز سے انھوں نے اپنی ایک پارٹی بنائی تھی۔ جب یہ مدینہ سے باہر پہنچے تو حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو انھوں نے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی مگر تینوں بزرگوں نے انھیں جھڑک دیا۔ اور حضرت علیؓ نے ان کے ایک ایک الزام کا جواب دے کر حضرت عثمان کی پوزیشن صاف کر دی۔ مدینے کے مہاجرین وانصار بھی، جو دراصل اس وقت مملکت اسلامیہ میں اہل حل وعقد کی حیثیت رکھتے تھے ان کے ہمنوا بننے کے لیے تیار نہ ہوئے مگر یہ لوگ اپنی ضد پر قائم رہے۔"

(خلافت وملوکیت ص 117)

ہم یہاں اس مسئلہ کو طول دینا نہیں چاہتے کہ یہ ہمارا موضوع نہیں۔ البتہ اہل ایمان سے اتنی بات کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو شہید قرار دیا اور اس موضوع کی روایات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اگر معترضین کے اعتراضات درست اور وہ حق بجانب تھے تو حضرت عثمان کی شہادت اور ان کے موقف کی تائید وحمایت چہ معنی دارد؟ حضرت مرہ بن کعب سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فتنوں کا ذکر کیا۔ ایک آدمی سر پر کپڑا ڈالے ہوئے گزرا تو آپ نے فرمایا: **ھذا یومئذ علی الھدی** کہ یہ شخص فتنہ کے دنوں میں ہدایت پر ہوگا۔ میں اس شخص کی طرف کھڑا ہوا کہ دیکھوں یہ کون ہے، تو وہ عثمانؓ بن عفان تھے۔ میں نے حضرت عثمانؓ کا چہرہ آنحضرت ﷺ کی طرف کرتے ہوئے عرض کی: ان کے بارے میں آپؐ یہ فرما رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ یہ روایت جامع ترمذی مع التحفۃ (ص 322 ج 4) کے علاوہ ابن ماجہ (ص: 11) اور مسند امام احمد (ج 4 ص 236) میں بھی مروی ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا۔ علامہ البانی نے فرمایا: "**ھو کما قال واسنادہ صحیح**" یہ ایسے ہی جیسے امام ترمذی نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔ (مشکوۃ ج 3 ص 1715) اور صحیح سنن الترمذی میں بھی اسے ذکر کیا۔ نیز دیکھیے کتاب السنۃ (ج 2 ص 591) الاحاد والمثانی مصنفہ امام ابن ابی عاصم ==>

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوبیوں اور کوتاہیوں کو بھی جانتے ہیں۔ بایں ہمہ جا بجا انہیں معاف کر دینے اور اپنی رضا کا پروانہ ان کے ہاتھوں تھما دیا جاتا ہے۔ اعلان عام ہوتا ہے:

"والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه وأعدلهم جنّٰت تجری تحتها الأنهار خالدين فيها أبداً ذٰلك الفوز العظيم" (التوبة)

''اور مہاجرین وانصار میں سے جو سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ

=> طبرانی کبیر (ج20ص316) وغیرہ۔

بلکہ یہی روایت تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ حضرت کعب بن عجرہ سے بھی سند صحیح سے مروی ہے، جسے امام ابن ماجہ، ابن أبی عاصم وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ لہٰذا جب آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان وحی سے فتنہ کے دور میں حضرت عثمانؓ کے موقف کی تائید فرمادی اور انھیں حق وہدایت پر قرار دیا۔ اس کے بعد ان کے بارے میں اب لب کشائی کرنا اور ان پر طعن وتعریض کے نشتر چلانا اپنی عاقبت خراب کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

یہی نہیں بلکہ صحیح ابن حبان (الموارد ص539، الاحسان ج9 ص31) طبرانی (ج20 ص316) السنۃ لابن ابی عاصم (ج2 ص591) میں ایک اور صحیح سند سے حضرت مرہ بن کعب سے مروی ہے، جسے علامہ البانی نے صحیح موارد الظمآن (ج2 ص347) اور سلسلۃ الصحیحہ رقم: 3118 میں بھی ذکر کیا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ مدینہ طیبہ کے راستہ پر جا رہے تھے کہ آپ نے فرمایا: تم اس فتنہ کے دوران کیا کرو گے جو زمین کے اطراف میں گائے کے سینگوں کی طرح پھیل جائے گا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے نبیؐ! ہم اس وقت کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: **"عليكم بهذا وأصحابه"** طبرانی کے الفاظ میں **"اتبعوا هذا و اصحابه"** کہ اس شخص اور اس کے ساتھیوں کا ساتھ دینا۔ حضرت مرہؓ فرماتے ہیں: میں اس شخص کی طرف ہولیا۔ وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ میں نے انھیں پکڑا اور ان کا چہرہ نبی کریم ﷺ کی طرف کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ شخص ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، یہی شخص ہے۔ گویا فتنہ کے دور میں آنحضرت ﷺ نے نہ صرف یہ کہ حضرت عثمان کو حق بجانب قرار دیا بلکہ ان کا ہمنوا بننے اور ان کی تابع داری کا بھی حکم دیا۔ اب یہ فیصلہ تو ہر مسلمان کے دین وایمان کا ہے وہ حضرت عثمانؓ کو حق بجانب سمجھتا ہے یا ان کے خلاف اقدام کرنے والوں کی ہمنوائی کرتا ہے۔

احسان کے ساتھ ان کے تابعدار ہوئے اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین فرق مراتب کے باوصف اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا کہ میرا بھلائی کا وعدہ ان سب کے لئے ہے کسی ایک گروہ یا جماعت کے ساتھ نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"لا یستوی منکم من أنفق من قبل الفتح وقاتل' أولئك أعظم درجة من الذین أنفقوا من بعد وقاتلوا وكلا وعدالله الحسنى والله بما تعملون خبیر (الحدید: 10)

"تم میں سے جو فتح کے بعد خرچ اور جہاد کریں گے وہ کبھی ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ ان کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے اگرچہ اللہ نے دونوں ہی سے اچھے وعدے فرمائے ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو ، اللہ اس سے باخبر ہے"

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

إن الذین سبقت لهم منا الحسنىٰ اولئك عنها مبعدون

(الانبیاء:101)

انہی آیات سے حافظ ابن حزم نے یہ استدلال کیا ہے کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم قطعی طور پر جنتی ہیں۔ **کلهم من اهل الجنة قطعاً** (الاصابہ ص 7 ج 1) امام بیہقی نے بھی "الاعتقاد والهدایة الی سبیل الرشاد علی مذهب السلف واصحاب الحدیث" میں یہی کہا کہ صحابہ کرامؓ جنتی اور مغفور ہیں۔ ہم یہ قطعاً نہیں کہتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم ہیں ان سے گناہ کا صدور ہو ہی نہیں سکتا، مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ امت کے تمام افراد سے سب سے زیادہ عادل، صادق القول اور راست باز تھے اگر ان سے غلطیاں یا گناہ ہوئے تو اس کے

مقابلے میں ان سے ایسے اعمال حسنہ پائے گئے جو ان کے گناہوں کا کفارہ بن گئے اور ان کی حسنات کا پلہ ان کی تقصیرات سے بہرنوع بھاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنی رضا مندی کا اظہار فرمایا اور ان کے ایمان واخلاص کی تعریف کی ،ان کو معیار ایمان قرار دیا ان کے ایمان میں شک کرنے والوں کو منافق ٹھہرایا۔ ان کو ذلیل سمجھنے والوں کو ذلیل ورسوا قرار دیا۔ دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کا مژدہ جانفزا سنایا اور یہ بھی کہ :

ولـكـن الله حبب إليكم الإيمان وزينه فى قلوبكم وكره إليكم الكفر و الفسوق والعصيان اولئك هم الراشدون"

(الحجرات : 8)

''لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر وفسق اور عصیان سے تم کو نفرت دی، یہی ہیں جو راہ ہدایت پر ہیں''۔

ایمان کا دلوں میں گھر کر لینے کے اعلان کے ساتھ ساتھ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کفر' نافرمانی' اور فسق وفجور کے بارے میں نفرت پیدا کر دی ہے، غور کیجئے کہ یہ آیت جس سیاق وسباق اور پس منظر میں نازل ہوئی اس کا تعلق ولیدؓ بن عقبہ سے ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے بنی المصطلق سے زکاۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا اور یہ بات بھی مورخین کے ہاں طے شدہ ہے کہ حضرت ولیدؓ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے تو گویا اس کا ورود فتح مکہ کے بعد ہے اور اس دور میں شرف صحبت سے مشرف ہونے والوں کے بارے میں رب عرش عظیم نے فرمایا ہے کہ کفر اور فسق وفجور کی ان کے دلوں میں نفرت پیدا کر دی گئی ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں ''فسوق'' سے کبیرہ گناہ اور ''عصیان'' سے تمام گناہ مراد ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ص 268 ج 4) یعنی صحابہ کرامؓ تمام کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے متنفر تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ نفرت پیدا فرما دی تھی، اس واضح اعلان کے بعد اب ان کے بارے میں یہ تاثر قائم کرنا کہ انہوں نے قصداً اور ارادۃً محض دنیوی اغراض کی بنا پر غلطیوں کا ارتکاب کیا۔ اپنی عاقبت برباد کرنے کے مترادف ہے۔ بلاشبہ انسانی

تقاضے کے مطابق بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطائیں ہوئیں اور وہ آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں بھی ہوئیں۔ اسی طرح آپ کے بعد بھی ہوئیں۔ ان خطاؤں کے نتیجہ میں ان کی پریشانی اور بے چینی کا ذکر احادیث کی کتاب الحدود میں دیکھا جا سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حکم الٰہی نافذ کر کے انہیں پاک صاف کر دیا اور فرمایا اس کی توبہ اگر مدینہ کے ستر گناہگار افراد پر تقسیم کر دی جائے تو وہ سب کے لئے کافی ہو جائے۔ یہی معاملہ آپ کے بعد ہونے والے بعض واقعات کے بارے میں سمجھ لیجئے۔

اس ضروری وضاحت سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے معافی کا اعلان عام کر کے انہیں جنتی قرار دیا ہے، آنحضرت ﷺ نے ان سے درگزر کرنے کی تاکید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میری وجہ سے میرے صحابہ سے درگزر کرو، اب یہ فیصلہ ہر کسی کے دین وایمان کا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بعض لغزشوں سے ''صحابی رسول'' ہونے کے ناطے درگزر کرنا ہے یا ان کو برسر منبر ومحراب بیان کر کے انہیں تضحیک کا نشانہ بنانا ہے۔

علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے اور ان کے حق میں نازیبا کلمات کہنے سے منع فرمایا بلکہ انہیں سب (گالی گلوچ) کرنے اور ان پر طعن وتعریض کے نشتر چلانے والوں کو لعنتی قرار دیا اور فرمایا کہ ایسے شخص پر اللہ، اس کے ملائکہ اور اس کے بندوں کی طرف سے لعنت ہو، یہی وجہ ہے کہ علمائے امت نے اس فعل کے مرتکب کو کبیرہ گناہ کا مرتکب ٹھہرایا ہے اور ان کی عزت وناموس پر حملہ کرنا' ان کی عیب جوئی کرنا یا ان پر طعن وتشنیع کرنا حرام قرار دیا ہے۔

بعض حضرات' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والے مشاجرات واختلافات کو اور اسی طرح ان کی باہمی آپس کی تو تکار کو ہوا دے کر اپنے دل کے روگ کی تسکین چاہتے ہیں۔ ان کی اس ناپاک جسارت کا نتیجہ ہے کہ بعض لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بالعموم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کے بارے میں بالخصوص سوئے ظن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کا ادب واحترام سے نام بھی نہیں لیتے بلکہ ان کا دفاع

کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

ہم یہاں علمائے سلف کے اقوال سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اوران کے باہمی اختلافات کو موضوع سخن بنانا ہی درست نہیں بلکہ اہل سنت کے عقیدہ پر مشتمل کتب میں اس مسئلہ کو بیان کر کے خبر دار کر دیا گیا ہے، یہ مسئلہ معمولی نوعیت کا نہیں اہل اسلام کے عقیدہ کا مسئلہ ہے کہ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے کف لسان کیا جائے۔ یہی سلامتی کا راستہ ہے۔ آیئے اس بارے میں سلف کا موقف معلوم کیجئے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا فرمان

خلیفہ راشد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز سے جنگ صفین میں شریک ہونے والوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

تلك دماء طهرالله منها يدى فلا احب ان اخضب لسانى بها۔

(الحلیہ ص 129,114 ج9، جامع بیان العلم ص 93 ج2، آداب الشافعی ص 314، مناقب الشافعی ص 449 ج1، ابن سعد ص 382 ج5)

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے خون سے میرے ہاتھوں کو پاک صاف رکھا ہے، میں پسند نہیں کرتا کہ اپنی زبان ان کے بارے میں آلودہ کروں"۔

امام ابوبکر احمد بن محمد الخلال نے ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جب ان سے صفین اور جنگ جمل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

امر أخرج الله يدى منه لا أدخل لسانى فيه

(السنة للخلال ص 462)

جس معاملے سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں کو دور رکھا ہے اس کے متعلق میں اپنی زبان کو حصہ دار نہیں بناؤں گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنی حلیمی طبع کے باوصف حضرت معاویہؓ کے بارے میں کوئی بات سننا گوارا نہ تھی۔ ابراہیم بن میسرہ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمرؒ نے کسی کو کوڑے لگائے ہوں۔ ہاں ایک شخص نے حضرت معاویہؓ کو برا بھلا کہا تو

انھوں نے اسے کوڑے لگائے۔(البدایہ ص139 ج8، ابن سعد ص384 ج5 وغیرہ)

امام شافعیؒ کا فرمان

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا مذکور الصدر قول امام شافعیؒ سے بھی منقول ہے۔ چنانچہ علامہ علی قاریؒ نے امام شافعیؒ سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ:

"تلك دماء طهرالله ايدينا منها فلم نلوث السنتنا۔"

(شرح فقہ الاکبر ص71)

''اللہ تعالیٰ نے ان کے خون سے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے تو ہم اپنی زبانوں کو اس میں ملوث کیوں کریں۔''

اپنے شاگرد رشید امام ربیعؒ سے انہوں نے فرمایا:

یاربیع لاتخوض فی أصحاب رسول الله صلی الله علی وسلم فإن خصمك النبی صلی الله علیه وسلم غداً۔

(سیر اعلام النبلاء ص28 ج10)

اے ربیع رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بتکلف بحث و تکرار نہ کرو، کل تمہارے مد مقابل نبی کریم ﷺ ہوں گے۔ نیز انہوں نے فرمایا:

ما أری أن الناس ابتلوا بشتم أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم الا لیزیدهم الله بذلك ثواباً عند انقطاع عملهم۔

(مناقب الشافعی ص441 ج1 'اصول الاعتقاد ص1460 ج8)

''میرا خیال ہے کہ لوگ صحابہ کرامؓ کو برا کہنے کے بارے میں اس بنا پر آزمائش میں مبتلا ہوئے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل ختم ہونے کے بعد ان کے نامہ اعمال میں اللہ تعالیٰ ثواب کا اضافہ کرتے رہیں گے۔''

بالکل اسی نوعیت کا ایک قول سیدہ عائشہؓ سے بھی منقول ہے چنانچہ جب انہیں کہا گیا

کہ بعض لوگ صحابہ کرامؓ حتی کہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو بھی برا کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا:

ما تعجبون من هذا؟ انقطع عنهم العمل فاحب الله ان لا يقطع عنهم الاجر.

اس پر تعجب کیا ہے، ان کے اعمال منقطع ہو گئے اللہ نے چاہا کہ ان کا اجر وثواب منقطع نہ ہو۔ (جمع الفوائد ص 249 ج 2، جامع الاصول [1] ص 554 ج 8)

گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والے ان کا کچھ نہیں بگاڑتے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے ہیں اور اس سے صحابہ کے اجر وثواب میں اضافہ ہو رہا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے ارشادات

امام ابوبکر المروزیؒ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ سے پوچھا گیا کہ آپ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا:

ما أقول فيها إلا الحسنى رحمهم الله أجمعين

(السنة للخلال ص 460، مناقب احمد ص 164)

''میں ان کے بارے اچھی بات کہتا ہوں اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔''

علامہ ابن الجوزیؒ نے امام ابوبکر المروزیؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام احمدؒ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا اور فرمایا:

رحمهم الله أجمعين و معاوية و عمر و بن العاص و ابوموسى والمغيرة كلهم و صفهم الله تعالىٰ فى كتابه فقال سيماهم فى وجوههم من اثر السجود.

(مناقب احمد ص 164، السنة للخلال ص 477)

---

[1] حافظ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ (ص 153 ج 1) اور علامہ ابن ابی العز نے شرح العقیدہ الطحاویہ (ص 530) میں اسے صحیح مسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر تتبع بسیار کے باوجود صحیح مسلم میں یہ اثر نظر نہیں آیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے حضرت معاویہؓ ' حضرت عمروؓ بن عاص' حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سب پر اللہ کی رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''سجدوں کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں''۔ بلکہ علامہ ذہبیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمارؓ بن یاسر کے بارے میں مشہور حدیث **تقتلك الفئة الباغية** کے بارے میں بحث وتکرار کو ہی ناپسند فرماتے تھے ان کے الفاظ ہیں:

کره أن یتکلم فی هذا باکثر من هذا۔ (السیر ص 421 ج 1)

یعنی اس حدیث کو بیان کر کے اس پر مزید بات کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔ اس حدیث پر بحث وتکرار اور اس کی تاویل کے حوالے سے جو کچھ کہا گیا اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ کوئی سربستہ راز نہیں، اور نہ ہی یہ ہمارا موضوع ہے امام احمدؒ کے احساسات کا اس بارے اندازہ کیجئے کہ وہ سرے سے اس حوالے سے بحث وتمحیص مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

عبدالملک بن عبدالحمید المیمونیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ **کل صهر و نسب ینقطع إلا صهری و نسبی** قیامت کے دن میری قرابت داری اور میرے نسب کے علاوہ ہر ایک کے حسب ونسب کا تعلق منقطع ہو جائے گا؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے، میں نے کہا تو کیا یہ تعلق داری حضرت معاویہؓ کو حاصل ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: بالکل یہ شرف ان کو حاصل ہے۔ (السنة للخلال ص 432)

یہی وجہ ہے کہ احمد بن حمیدؒ ابوطالب نے جب امام احمدؒ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت معاویہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ مومنوں کے ماموں ہیں؟ کیونکہ حضرت ابوسفیانؓ کی بیٹی حضرت ام حبیبہؓ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور مومنوں کی ماں ہیں اور وہ حضرت معاویہؓ کی ہمشیرہ ہیں۔ اسی طرح حضرت حفصہؓ زوجہ نبی ﷺ حضرت عبداللہ بن عمر کی ہمشیرہ ہیں۔ تو امام احمدؒ نے فرمایا: ہاں حضرت معاویہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ مومنوں کے ماموں ہیں۔ (**السنة للخلال** ص 433) اس سے مقصد دراصل آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان

کے تعلق وتقرب کا اظہار ہے، ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن حرمت وتکریم کی بنا پر مومنوں کی مائیں ہیں۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا **وأزواجه أمهاتهم** کہ نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں، (الاحزاب)، مگر ماں ہونے کے ناطے تمام احکام نسب ان کے لئے ثابت نہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی بہنوں سے نکاح جائز ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں (منہاج السنہ ص 199 ج 2)۔

حضرت معاویہؓ کا مومنوں کے خالو ہونے کا یہ تاثر خود ان کے عہد میں بھی موجود تھا، چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جنگ صفین میں جو قیدی حضرت علیؓ کے ہاتھ آئے انہوں نے وہاں سے واپسی پر انہیں چھوڑ دیا۔ حضرت معاویہؓ کے پاس بھی قیدی تھے وہ پہلے سمجھتے تھے کہ حضرت علیؓ نے میری جماعت کے قیدیوں کو قتل کر دیا ہے۔ اس لئے وہ بھی ان کے قیدیوں کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے قیدی چھوڑ دیئے ہیں تو حضرت معاویہؓ نے بھی قیدی چھوڑ دیئے، انہی میں ایک عمرو بن اوس ازدی تھے۔ جب حضرت معاویہؓ نے انہیں قتل کرنا چاہا تو اس نے کہا اے میرے خالو! مجھ پر احسان کیجئے، حضرت معاویہؓ نے فرمایا میں تمہارا خالو کیسے ہوں؟ اس نے کہا ام المومنین ام حبیبہؓ آنحضرت ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں، اس ناطے وہ ام المومنین ہیں اور میں ان کا بیٹا ہوں اور آپ ان کے بھائی اور میرے خالو ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور اسے چھوڑ دیا۔ (البدایہ ص 278 ج 7)

قاضی ابو یعلیٰؒ نے امیر معاویہؓ کے دفاع میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "**تنزيه خال المؤمنين معاوية بن أبي سفيان من الظلم والفسق في مطالبة بدم امير المؤمنين عثمان رضي الله عنهما**" اندازہ کیجئے اس کتاب کے نام ہی میں انہوں نے حضرت معاویہؓ کو مومنوں کا خالو قرار دیا ہے۔ عمر بن علی بن سمرۃ الجعدی حضرت معاویہؓ کے ذکر میں لکھتے ہیں:

ثم ولي خال المؤمنين و كاتب وحي رب العالمين.. الخ

(طبقات فقهاء اليمن ص 47)

امام احمد سے صحیح سند سے منقول ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا فرمان ہے جو کہتا ہے کہ میں حضرت معاویہؓ کو نہ کاتب وحی مانتا ہوں اور نہ ہی مومنوں کا خالو تسلیم کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: یہ قول ردی اور بہت برا ہے لوگوں کو اس سے بچنا چاہیے اور نہ ہی اس کے ساتھ بیٹھنا چاہیے۔ ہم لوگوں کو ان سے خبردار کرتے ہیں۔
(السنة للخلال ص434)

امام احمدؒ سے یہ بھی سوال کیا گیا کہ حضرت معاویہؓ افضل ہیں یا حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز، تو انہوں نے فرمایا:

معاوية افضل لسنا نقيس بأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أحداً.

حضرت معاویہؓ افضل ہیں ہم صحابہ جیسا کسی کو بھی تصور نہیں کرتے۔ (السنة للخلال ص434،435، 477) بلکہ امام احمدؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب دیکھو کوئی کسی صحابیؓ کی تنقیص کرتا ہے اور اس کا ذکر نا روا طریقے سے کرتا ہے تو اس کے اسلام کو مشکوک سمجھو، ان کے الفاظ ہیں:

اذا رأيت أحداً يذكر اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بسوء فاتهمه على الإسلام.

(اصول اعتقاد ص1252 ج7 ، الصارم المسلول)

امام ابراہیمؒ الحربی فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا خالو حضرت معاویہؓ کی تنقیص کرتا ہے میں اس کے ساتھ مل کر کھانا کھا سکتا ہوں؟ تو انہوں نے فرمایا: اس کے ساتھ مل کر مت کھاؤ۔ (السنة للخلال ص448)

اسی طرح امام احمدؒ سے کہا گیا کہ یہاں ایک شخص ہے جو حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو حضرت معاویہؓ سے افضل سمجھتا ہے تو انہوں نے فرمایا:

لاتجالسه ولاتواكله ولا تشاربه وإذا مرض فلاتعده.

''نہ اس کے ساتھ بیٹھو نہ اس سے مل کر کھاؤ پیو۔ اور جب بیمار پڑ جائے تو اس کی

تیمارداری نہ کرو۔" (الذیل علی طبقات الحنابلة ص133 ج1 لابن رجب)۔
بلکہ وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جو حضرت معاویہؓ کو برا کہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (المنهج الاحمد ص255 ج1)
ان اقوال سے امام احمدؒ کے موقف کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امام معافیؒ بن عمران کا فرمان

امام معافیؒ بن عمران المتوفی 185ھ موصل کے مشہور فقیہ محدث اور عابد و زاہد بزرگ گزرے ہیں۔ امام سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام ابن جریج، امام حماد بن سلمہ وغیرہ کے شاگرد اور امام عبداللہ بن مبارک، امام وکیع وغیرہ جیسے اعیان کے استاد ہیں "یاقوۃ العلماء" ان کا لقب تھا اور صحیح بخاری وغیرہ کے راوی ہیں ان سے کسی نے پوچھا حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز اور حضرت معاویہؓ کے مابین کیا فرق ہے، راوی کا بیان ہے کہ:

"فرأيته غضب غضباً شديداً وقال لايقاس بأصحاب محمد صلى الله عليه وسلم أحد، معاوية رضى الله عنه كاتبه وصاحبه وصهره وأمينه على وحى الله عزوجل وقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دعوالى أصحابى وأصهارى فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين"

(الشريعة ص2467، شرح أصول اعتقاد ص1445ج 8، تاريخ بغداد ص 209 ج 1، البداية ص 139ج 8 وغيره)

"میں نے انہیں دیکھا کہ وہ یہ سن کر سخت غصہ میں آ گئے اور فرمایا محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کے مقابلے میں کسی کو قیاس نہ کیا جائے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے کاتب، آپ کے صحابی ﷺ، آپ کے قرابت دار، اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر آپ کے امین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ و قرابتداروں سے درگزر کرو جو ان کو برا کہے گا

اللہ تعالیٰ کی، اس کے فرشتوں کی اور سب لوگوں کی اس پر لعنت ہو۔" حضرت بشرؒ حافی فرماتے ہیں کہ امام معافی بن عمران سے پوچھا گیا اور میں خود یہ بات سن رہا تھا کہ حضرت معاویہؓ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، انہوں نے فرمایا:

كان معاوية افضل من ستمائة مثل عمر بن عبدالعزيز

(السنة للخلال ص 435)

حضرت معاویہؓ تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے چھ سو بزرگوں سے بھی افضل ہیں۔

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے؟

حضرت معاویہؓ کی آنحضرت ﷺ سے قرابتداری کسی سے مخفی نہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے بلکہ کاتب وحی تھے جیسا کہ امام معافیؒ نے فرمایا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ بھی لکھتے ہیں "**كان يكتب الوحي فهوممن ائتمنه النبي صلى الله عليه وسلم على كتابة الوحي**" کہ وہ کاتب وحی تھے اور وہ ان حضرات میں سے تھے جنہیں نبی کریم ﷺ نے کتابت وحی میں امین بنایا تھا (منہاج السنۃ ص 11 ج 4) نیز ملاحظہ ہو منہاج ص 214 ج 2، بلکہ حافظ ابن حزمؒ تو لکھتے ہیں:

وكان زيد بن ثابت من الزم الناس لذلك ثم تلاه معاوية بعد الفتح فكانا ملازمين للكتابة بين يديه صلى الله عليه وسلم في الوحي وغيرذلك، لا عمل لهما غير ذلك.

(جوامع السيرة ص 27)

"کہ حضرت زیدؓ بن ثابت سب سے زیادہ کتابت سے متعلق تھے فتح مکہ کے بعد حضرت معاویہؓ بھی یہ ڈیوٹی سرانجام دیتے تھے، یہ دونوں حضرات آنحضرت ﷺ کے سامنے ہمیشہ کتابت وحی وغیرہ کے لئے مستعد رہتے، اس کے علاوہ ان کی اور کوئی ذمہ داری نہ تھی" علامہ نوویؒ نے بھی لکھا ہے کہ "**كان اكثرهم كتابة زيد بن ثابت و معاوية**" کہ اکثر طور پر لکھنے کا کام حضرت زیدؓ اور حضرت معاویہؓ کرتے۔ (تہذیب الاسماء ص 29 ج 1)۔ یہی بات علامہ ابن الجوزیؒ نے **تلقيح فهوم أهل العصر** ص 37 اور **المدهش**

ص 43 میں کہی ہے اور یہی کچھ قاضی عیاضؒ نے الشفاء میں اور علامہ الخفاجی نے اس کی شرح نسیم الریاض (ص 430 ج 3)' حافظ ابن کثیرؒ نے بتکرار البدایہ (ج 8 ص 21' 117' 119' 122)، علامہ ذہبیؒ نے تاریخ الاسلام (ص 309 ج 2)' السیر (ج 3 ص 123)' علامہ الفاسیؒ نے العقد الثمین (ص 91 ج 6)' علامہ ابن العماد نے شذرات الذھب (ص 65 ج 1)' علامہ عمر بن علی بن سمرۃ نے طبقات فقہاء الیمن (ص 47)' علامہ ابن قدامہ نے لمعۃ الاعتقاد (ص 79 مترجم)' علامہ ابن حجر ہیتمی نے تطہیر الجنان (ص 10) صاحب مشکاۃ علامہ ابوعبداللہ محمدؒ بن عبداللہ الخطیب نے اکمال میں کہا ہے کہ وہ کاتب وحی تھے۔ البتہ ابو الحسن علیؒ بن محمد المدائنی المتوفی 224ھ نے کہا ہے کہ حضرت معاویہؓ صرف مکتوبات نبوی کے کاتب تھے انہی کے قول کی بنیاد پر بعض متاخرین نے لکھا ہے کہ وہ کاتب وحی نہ تھے۔ مگر امام معافیؒ بن عمران کے مقابلے میں جو ابوالحسن المدائنی سے اقدم ہیں اور زیادہ ثقہ بھی ہیں کی بات کو رد کر دینا بلا جواز ہے۔ امام احمدؒ سے بسند صحیح منقول ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ "**ماتقول رحمك الله فيمن قال لااقول أن معاوية كاتب الوحى**" اس کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے کہ جو کہتا ہے کہ میں حضرت معاویہؓ کو کاتب وحی تسلیم نہیں کرتا۔ تو انہوں نے فرمایا: "**هذا قول سوء ردى ء يجانبون هؤلاء القوم ولايجالسون ونبين امرهم للناس**" کہ برا، ردی قول ہے لوگوں کو ان سے اجتناب کرنا چاہیے نہ ہی ان کے پاس بیٹھنا چاہیے ہم لوگوں کو ان کے بارے میں خبردار کریں گے۔ (السنة للخلال ص 434) جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت معاویہؓ کا کاتب ہونا تو قطعاً مختلف فیہ نہیں بعض شیعہ مؤرخین نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے اور اکثر مؤرخین اور اہل علم نے کہا ہے کہ وہ کاتب وحی بھی تھے بلکہ اس بارے جس قدر اختصاص حضرت زیدؓ کو حاصل تھا حضرت معاویہؓ بھی اس میں ان کے ہمنوا تھے جیسا کہ حافظ ابن حزمؒ نے کہا ہے۔

امام العوامؒ بن حوشب کا فیصلہ

امام العوامؒ بن حوشب المتوفی 148ھ کا شمار اتباع التابعین میں ہوتا ہے۔ امام شعبہؒ

امام یزید بن ہارون اور ھیثمؒ جیسے اعیان کے وہ استاد تھے اور ثقہ محدثین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔شھاب بن خراشؒ فرماتے ہیں کہ امام العوامؒ فرمایا کرتے تھے۔

"اذکروا محاسن أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم کی تأتلف عليهم القلوب ولاتذکروا ماشجر بينهم فتحرشوا الناس عليهم"

(السنة للخلال ص 513، الشريعة للآجری ص 2493ج 5)

''حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے محاسن ذکر کرو حتیٰ کہ دلوں میں ان کی محبت پیدا ہو جائے اور ان کے باہمی مشاجرات کو بیان مت کرو ورنہ لوگ ان کے خلاف برانگیختہ ہو جائیں گے۔'' بلکہ شھاب بن خراش فرماتے ہیں کہ: "أدرکت من ادرکت من صدرة هذه الامة يقولون" کہ اس امت کے جن بڑے بڑے صدر نشینوں سے میں ملا ہوں وہ سبھی فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محاسن بیان کرو۔ان کے آپس کے اختلافات کو بیان نہ کرو۔کیونکہ اس سے لوگ ان کے خلاف برانگیختہ ہو جائیں گے۔

(السیر ص285 ج8،تہذیب الکمال للمزی ج8 ص402)وغیرہ۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ کا فرمان

مشہور محدث'فقیہ'مجاہد اور زاہد امام عبداللہؒ بن مبارک اس سلسلے میں کس قدر محتاط تھے، اس کا اندازہ ان کے حسب ذیل قول سے لگایا جا سکتا ہے،فرماتے ہیں:

"السيف الذی وقع بين الصحابة فتنة ولا أقول لأحد منهم مفتون" (السير ص 405 ج 8)

''کہ صحابہؓ کے مابین چلنے والی تلوار فتنہ تھی مگر میں ان میں سے کسی کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے۔''اندازہ کیجئے کہا سلف کا یہ احتیاط اور کہا ان کے بارے میں وہ جسارتیں جو اس سلسلے میں روا رکھی جاتی ہیں۔امام عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز میں سے کون افضل ہے؟ تو انہوں

نے فرمایا:

والله إن الغبار الذی دخل فی أنف فرس معاویة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم أفضل من عمر بألف مرة' صلی معاویة خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم ،فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : سمع الله لمن حمده فقال معاویة رضی الله عنه ربنا لك الحمد' فمابعد هذا الشرف الأعظم"

(تطهیر الجنان ص 10'11' الصوائق المحرقه ص 213' البدایة ص 139ج 8' منهاج السنة ص 183ج 3' الشریعة ص 2466ج 5)

"اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک کی غبار عمرؒ بن عبدالعزیز سے ہزار بار افضل ہے۔حضرت معاویہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا تو معاویہؓ نے ربنا لک الحمد کہا،اس کے بعد اور بڑا فضل وشرف کیا ہوگا۔"

امام حمادؒ بن اسامہ کا قول

امام حمادؒ بن اسامہ بن زید المتوفی 201ھ کا شمار کبار محدثین میں ہوتا ہے،امام شافعیؒ 'امام احمدؒ 'امام یحییٰؒ 'امام اسحاقؒ بن راھویہؒ امام ابن ابی شیبہ جیسے اعیان کے وہ استاد تھے۔ان سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت معاویہؓ افضل ہیں یا حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز،تو انہوں نے فرمایا:

"أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم لایقاس بهم أحد"

(الشریعة ص 2465ج 5 ، السنه ص 435، جامع بیان العلم ص 185ج 2)

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کسی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔" سلف کے ان ارشادات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابلہ میں کسی

بڑے سے بڑے تابعی کی بھی کوئی حیثیت نہیں سمجھتے تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والے اختلافات کے باوجود وہ سب کا احترام کرتے ہیں اور کسی پر طعن و ملامت نہیں کرتے۔

امام ابن بطہؒ کا فرمان

امام ابوعبداللہؒ عبیداللہ بن محمد ابن بطۃ العکبری المتوفی 387ھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں سلف کے اسی موقف کی وضاحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن بعد ذلك نكف عما شجر بين أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقد شهدوالمشاهد معه وسبقوا الناس بالفضل فقد غفرالله لهم وأمرك بالاستغفار لهم والتقرب اليه بمحبتهم وفرض ذلك على لسان نبيه وهويعلم ماسيكون منهم وانهم سيقتتلون وانمافضلواعلى سائر الخلق لأن الخطأ والعمد قد وضع عنهم وكل ماشجربينهم مغفور لهم ولاينظر في كتاب صفين والجمل وواقعة الدار وسائر المنازعات التي جرت بينهم ولاتكتبه لنفسك ولا لغيرك ولاترووه عن أحد، ولاتقرأه على غيرك ولا تسمعه ممن يرويه فعلى ذلك اتفق سادات علماء هذه الأمة من النهى عماوصفناه عنهم حماد بن زيد و يونس بن عبيد وسفيان الثوری وسفيان بن عيينة وعبدالله بن ادريس ومالك بن أنس وابن أبي ذئب وابن المنكدر وابن المبارك وشعيب بن حرب وأبو اسحاق الفزاری ويوسف بن أسباط وأحمد بن حنبل وبشر بن الحارث وعبدالوهاب الوراق كل هولاء قد رأوا النهي عنها والنظر فيها والاستماع اليها و حذروا

من طلبها والاهتمام بجمعها"

(كتاب الشرح والإبانة ص 268'269)

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین مشاجرات سے ہم خاموشی اختیار کرتے ہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوئے اور باقی لوگوں سے فضل و شرف میں سبقت لے گئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا' ان کے بارے میں استغفار کا حکم دیا، ان سے محبت کرنا اپنے تقرب کا ذریعہ قرار دیا۔ اور یہ سب اپنے نبی کی زبان سے فرض ٹھہرایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ان سے ہونے والا تھا اسے جانتے تھے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ باہم لڑائی جھگڑوں میں مبتلا ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باقی سب لوگوں پر اس بنا پر فضیلت دی گئی ہے کہ قصداً وارادۃً ان سے غلطی کا صدور نہیں ہوتا اور جو ان کے مابین اختلافات تھے ان کو معاف کر دیا گیا۔ ان کے مابین جو اختلافات جنگ صفین' جنگ جمل اور حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرنے اور اسی نوعیت کے دیگر نزاعات تھے ان کی طرف نظر التفاف نہ کی جائے، نہ ان واقعات کو اپنے لئے یا کسی دوسرے کے لئے لکھا جائے نہ کسی سے یہ نقل کیا جائے اور نہ کسی کے سامنے انہیں بیان کیا جائے اور نہ کسی بیان کرنے والے سے یہ سنیں جائیں۔ اسی موقف پر اس امت کے سادات علمائے کرام کا اتفاق ہے۔ انہی میں حسب ذیل حضرات ہیں۔ امام حماد بن زید' یونس بن عبید' سفیان ثوری' سفیان بن عیینۃ' عبداللہ بن ادریس' مالک بن انس' ابن ابی ذئب' محمد بن المنکدر' عبداللہ بن مبارک' شعیب بن حرب' ابو اسحاق الفزاری' یوسف بن اسباط' احمد بن حنبل' بشر بن الحارث' عبدالوہاب الوراق **رحمھم اللہ**، یہ تمام حضرات مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بیان کرنے، ان پر بحث و مناظرہ کرنے' ان کو سننے' ان واقعات کو تلاش کرنے اور ان کو جمع کرنے سے منع کرتے تھے۔"

امام ابن بطہؒ کے اس تفصیلی بیان سے مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں سلف امت کے موقف کو سمجھا جا سکتا ہے۔ ایمان کی صحت وسلامتی کا بھی یہی تقاضا ہے اور صحابہ کرام کے مقام ومرتبہ کے بھی یہی لائق ہے کہ ان کے مابین پیدا ہونے والے نزاعات و

اختلافات سے صرف نظر کی جائے۔ اور بلا امتیاز سب کے بارے میں بخشش ومغفرت کی دعا کی جائے۔

ربنا اغفرلنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ۔ الآية ۔

سلف کے اسی موقف کی بناپر ''عقیدہ'' اور ''السنۃ'' کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں باقاعدہ اسی فکرو منہج کو اہل السنۃ کے عقائد میں شمار کیا گیا ہے۔

امام الحسنؒ بن علی البربھاری کے فرمودات

چنانچہ امام ابو محمد الحسن بن علی بن خلف البربھاری المتوفی 329ھ ''شرح السنۃ'' میں لکھتے ہیں:۔

خيرهذه الأمة بعد وفاة نبيها أبوبكروعمر وعثمان هكذا روى لناعن ابن عمر قال كنا نقول ورسول الله صلى الله عليه وسلم بين أظهرنا أن خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابوبكر وعمروعثمان ويسمع النبى صلى الله عليه وسلم بذلك فلا ينكره' ثم أفضل بعدهولاء على وطلحة و الزبير وسعد بن أبى وقاص وسعيد بن زيد وعبدالرحمن بن عوف وأبوعبيده بن الجراح كلهم يصلح للخلافة، ثم أفضل الناس بعد هؤلاء أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم القرن الأول الذى بعث فيهم المهاجرون الأولون والأنصار و هم من صلى القبلتين' ثم أفضل الناس بعد هؤلاء من صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً أوشهراً اوسنة أوأقل من ذلك أو أكثر ترحم عليه وتذكرفضله وتكف عن زلته' ولانذكر أحداً منهم الا بخير لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ذكر

أصحابي فامسكوا وقال سفيان بن عيينة من نطق في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بكلمة فهو صاحب هوى" (شرح السنة ص 74، 75)

"نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ ہیں۔ حضرت عبداللہؓ بن عمر سے اسی طرح مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ ہیں آپ ہماری یہ بات سنتے ہوتے مگر کوئی انکار نہ فرماتے تھے۔ پھر ان کے بعد سب سے افضل علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، سعیدؓ بن زید، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، ابوعبیدہؓ بن الجراح ہیں۔ اور یہ سب خلافت کے اہل تھے۔ پھر ان کے بعد وہ صحابہؓ افضل ہیں جو قرن اول میں تھے جن میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا اور وہ مہاجرین اولین اور انصار ہیں جنہوں نے قبلتین (بیت المقدس اور بیت اللہ) کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں۔ پھر ان کے بعد وہ صحابہ رضی اللہ عنہم افضل ہیں جو ایک سال یا ایک ماہ یا ایک دن یا اس سے کم وبیش آنحضرت ﷺ کی صحبت میں رہے۔ ان سب پر رحم وکرم کی دعا کرو، ان کے فضل ومرتبہ کو بیان کرو اور ان کی کمزوری سے خاموشی اختیار کرو، اور کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہ کہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر آئے تو رک جاؤ۔ (الصحیحہ: 34) اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایک حرف زبان درازی کرتا ہے وہ بدعتی ہے۔"

قاضی ابوالحسین محمدؒ بن ابی یعلی نے طبقات الحنابلہ میں امام البربھاریؒ کے ترجمہ میں اسی "شرح السنۃ" کے اقتباسات دیئے ہیں۔ چنانچہ طبقات الحنابلہ ص 21 ج 2 میں بھی یہ عبارت دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کتاب کے مختلف مقامات پر اسی مسئلہ کو امام البربھاریؒ نے بیان کیا ہے چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"والكف عن حرب علي ومعاوية وعائشة و طلحة و

الزبير رحمهم الله أجمعين ومن كان معهم لاتخاصم فيهم وكل امرهم الى الله " الخ

(شرح السنة ص 109' طبقات الحنابلة ص 34 ج 2)

حضرت علیؓ، معاویہؓ، عائشہؓ، طلحہؓ اور الزبیرؓ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ ان کی باہم لڑائی کے بارے میں خاموشی اختیار کرو۔ ان کے بارے جھگڑا نہ کرو۔ اور ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو۔''

اسی طرح انہوں نے شرح السنۃ ص 112 'طبقات ص 35 '36 ج 2 میں کہا ہے کہ جو صحابہ کرام پر طعن کرتا ہے وہ بدعتی ہے۔ صحابہ کرام ﷺ کی کسی کمزوری کو بیان نہ کرو اور نہ ہی کسی سے ان کے حق میں کوئی ایسی بات سنو، کیونکہ ایسی باتیں سننے سے دل سلامت نہیں رہتا۔ (ملخصاً) اسی سلسلے میں ان کے جذبات کا اندازہ کیجئے، لکھتے ہیں:

"واعلم أنه من تناول أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم أنه أراد محمداً صلى الله عليه وسلم وقد آذاه فى قبره"

(شرح السنة ص 120' طبقات الحنابلة ص 37ج 2)

''خوب جان لو کہ جو کسی ایک صحابی کی تنقیص کرتا ہے تو سمجھ لو وہ دراصل رسول اللہ ﷺ کی تنقیص کا ارادہ کرتا ہے اور آپ کو آپ کی قبر مبارک میں تکلیف پہنچاتا ہے۔''

اعاذنا الله منه ۔ اس مسئلہ میں صراط مستقیم کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"من قدم الاربعة على جميعهم وترحم على الباقين وكف عن زللهم فهو على طريق الاستقامة والهدى فى هذا الباب" (طبقات الحنابلة ص 41 ج 2)

جو چاروں خلفاء کو سب سے مقدم رکھتا ہے اور باقی صحابہؓ کے حق میں رحمت کی دعا کرتا ہے اور ان کی زلات سے اجتناب کرتا ہے تو وہ اس مسئلہ میں استقامت اور ہدایت پر ہے۔

امام محمد بن الحسین الآجریؒ کا فرمان

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبداللہ آجری التوفی 360ھ نے اپنی معروف کتاب ''کتاب الشریعۃ'' میں 257 باب یہی قائم کیا ہے۔ "**باب ذكر الكف عما شجر بين أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ورحمة الله عليهم أجمعين**" کہ یہ باب اس کے متعلق ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان ہونے والے اختلافات سے گریز کیا جائے اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رحمتیں ہوں۔'' امام آجری نے اس باب میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور اپنے اس موقف پر بہت سے دلائل ذکر کیے ہیں جو دس صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان دلائل سے قطع نظر ہم یہاں صرف ان کے موقف کا خلاصہ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''فضائل صحابہ کرامؓ و اہل بیت کے سلسلے میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس پر غور و فکر کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ ان سب سے محبت کرے ان کے بارے میں رحمت اور بخشش کی دعاء کرے اور ان کی محبت کو اللہ کے ہاں اپنے لئے وسیلہ بنائے، ان کے مابین جو اختلافات ہوئے ہیں، ان کو ذکر نہ کرے نہ ان کی چھان بین کرے اور نہ ہی ان پر بحث کرے، ہمیں تو ان کے بارے میں استغفار کرنے اور ان کے حق میں رحمت کی دعا کرنے' ان سے محبت اور ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید' احادیث رسول اور ائمہ مسلمین کے اقوال اس پر دال ہیں۔ ہمیں ان کے مابین مشاجرات کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت اور رشتہ داری کا شرف حاصل ہے ان کے اسی شرف صحبت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دینے کا اعلان فرمایا ہے اور اپنی کتاب میں اس بات کی ضمانت دی ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو قیامت کے دن شرمسار نہیں کروں گا، ان کے اوصاف کا اللہ تعالیٰ نے تورات و انجیل میں تذکرہ کیا ہے اور ان کی بہترین تعریف کی ہے، ان کی توبہ کا اور اپنی رضا و خوشنودی کا ذکر کیا ہے، اگر کوئی کہے کہ میں تو ان مشاجرات کے بارے محض اپنی معلومات میں اضافہ چاہتا ہوں تا کہ میں ان حالات

سے بچ سکوں جن میں وہ مبتلا ہوئے ہیں، تو اسے سمجھایا جائے گا کہ تم تو فتنہ کے طلب گار ہو کیونکہ تم ایسی بات کے درپے ہو جو تمہارے لئے نقصان کا باعث ہے، کسی فائدہ کی اس سے کوئی توقع نہیں۔ اس کی بجائے اگر تم فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کی صورت میں اپنی اصلاح کی کوشش کرتے تو یہ تمہارے لئے بہتر تھا بالخصوص اس دور میں جبکہ بدعات ضالہ عام ہو رہی ہیں، لہذا تمہارے لئے یہی بہتر تھا کہ تم اپنے کھانے پینے' اپنے لباس کی فکر کرو کہ یہ کہاں سے آیا ہے، یہ روپیہ پیسہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کہاں خرچ کیا جا رہا ہے، نیز ہمیں اس بارے میں بھی خطرہ ہے کہ مشاجرات صحابہؓ میں تمہاری چھان بین اور بحث و تکرار کے نتیجہ میں تمہارا دل بدعت کی طرف مائل ہو جائے گا شیطان کے ہاتھوں تم کھیلنے لگو گے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ان سے محبت کرو' ان کے لئے بخشش طلب کرو اور ان کی اتباع کرو، اگر تم ان کو برا کہنے لگو گے، اور ان سے بغض و نفرت کرنے لگو گے، باطل راستہ پر چل نکلو گے، جو شخص بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح و توصیف کرتا ہے بعض کی مذمت کرتا ہے اور ان پر طعن و تشنیع کرتا ہے وہ فتنہ میں مبتلا ہے کیونکہ اس پر تو سب صحابہ کرامؓ سے محبت اور سب کے بارے میں استغفار واجب ہے۔

(الشریعہ ص 2485' 2491 ج 5)

امام ابوبکر الآجری رحمہ اللہ کے اس کلام پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ بلا ریب مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں بحث و تکرار کا نتیجہ وہی ہے جس کی نشاندہی انہوں نے کی ہے، اور اسی سے دیگر علمائے امت نے ہتکرار خبردار کیا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ

مشاجرات کے نتیجہ میں جن صحابہ کرامؓ کو مورد طعن بنایا جاتا ہے اور مبتدعین ان کے بارے میں اپنے بغض و عناد کا اظہار کرتے ہیں، اس حوالہ سے امام اہل السنۃ امام احمدؒ کے ارشادات آپ پہلے پڑھ آئے ہیں اب یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات میں بحث و تکرار کے بارے میں امام صاحب کے فرمودات ملاحظہ ہوں۔ چنانچہ امام احمدؒ بن جعفر بن

یعقوب ابو العباس الاصطخری نے حضرت امام احمدؒ بن حنبل سے اھل السنۃ کے عقیدہ کی جو تفصیلات بیان کی ہیں، ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں وہ فرماتے ہیں:

"ذکر محاسن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كلهم أجمعين والكف عن ذكر مساويهم والخلاف الذى شجر بينهم فمن سب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اواحداً اوتنقصه اوطعن عليهم اوعرض بعيبهم اوعاب احداً منهم فهو مبتدع رافضي خبيث مخالف لايقبل الله منه صرفا ولاعدلا، بل حبهم سنة والدعاء لهم قربة والاقتداء بهم وسيلة والاخذ بآثارهم فضيلة ... لايجوز لأحد ان يذكر شيئا من مساويهم، ولايطعن على أحد منهم بعيب ولاينقص، فمن فعل ذلك فقدوجب على السلطان تأديبه وعقوبته ليس له ان يعفوعنه، بل يعاقبه ويستتيبه فان تاب قبل منه وان ثبت عاد عليه بالعقوبة وخلدالحبس حتى يموت أويرجع"۔

(طبقات الحنابلة لابن أبي يعلى ص 30ج 1)

"یعنی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے محاسن ذکر کئے جائیں اور ان کی خطاؤں کو ذکر کرنے اور ان کے مابین ہونے والے مشاجرات بیان کرنے سے اجتناب کیا جائے، جو کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دیتا ہے یا ان کی تنقیص کرتا ہے یا ان پر طعن وملامت کرتا ہے یا ان کو عیب ناک کرنے کے درپے ہوتا ہے یا ان میں سے کسی ایک کو عیب لگاتا ہے تو وہ خبیث بدعتی رافضی ہے، اللہ تعالیٰ اس کا نہ کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل؛ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت سنت ہے ان کے لئے دعا قربت کا ذریعہ ہے ان کی اقتداء وسیلہ ظفر ہے اور ان کے آثار کی اتباع میں بڑا درجہ ہے۔۔۔کسی کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ ان کی کمزوریوں کو ذکر کرے اور کسی عیب اور نقص کی بنا پر ان میں سے کسی ایک پر بھی طعن کیا جائے۔ جو ایسا کرے حاکم پر واجب ہے کہ وہ اس کو سزا دے اسے معاف نہ کرے

اور اس سے توبہ کرائی جائے ، اگر توبہ کرے فبہا ورنہ پھر اسے سزا دے اور ہمیشہ قید خانہ میں رکھے تا آنکہ وہ اس سے رجوع کرے یا مر جائے۔"

اسی طرح امام احمدؒ کے ایک اور شاگرد امام محمدؒ بن حبیب الاندرانی امام صاحب سے اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وترحم على جميع أصحاب محمد (صلى الله عليه وسلم) صغيرهم وكبيرهم وحدث بفضائلهم وامسك عما شجر بينهم" (طبقات الحنابلة ص 294ج 1)

کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سب صحابہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے کے حق میں رحمت کی دعاء کرو،ان کے فضائل بیان کرو اور ان کے درمیان ہونے والے مشاجرات سے اجتناب کرو۔

علاوہ ازیں امام مسددؒ بن مسرھد البصری نے جب امام احمدؒ بن حنبل سے فتنہ اعتزال وارجاء اور قدر و رفض کے بارے میں استفسار کیا اور اہل السنۃ کے عقیدہ کی وضاحت چاہی تو امام صاحبؒ نے اس کی جو تفصیل بیان کی اس میں یہ بھی فرمایا:

"والكف عن مساوى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم تحدثوا بفضائلهم وامسكو عما شجر بينهم۔"

(طبقات الحنابلة ص 344ج 1)

"کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خطاؤں سے خاموشی اختیار کی جائے ان کے فضائل کو بیان کیا جائے اور ان کے آپس میں مشاجرات سے اجتناب کیا جائے۔"

اسی طرح امام ابو محمدؒ رزق اللہ بن عبدالوہاب التمیمی نے امام احمدؒ بن حنبل کے مسلک و عقیدہ کی جو تفصیلات بیان کی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ:

"وكان ينهى عن الخوض فيما شجر بين أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأن لا يقال فيهم إلا

الحسن والثناء الجميل ...... ويمسك عن الخوض فيما جرى بصفين والجمل ويقول: تلك دماء صان الله يدی عن ملابستها فأصون لسانی عن الخوض فیها۔"

(طبقات الحنابلة ص 272' 273 ج 2)

امام احمدؒ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والے مشاجرات میں غور وخوض سے منع فرماتے اور کہتے کہ ان کے بارے میں صرف اچھی بات کہی جائے اوران کی اچھی تعریف کی جائے، جنگ صفین جنگ جمل میں بحث وتکرار سے اجتناب کیا جائے۔ وہ فرمایا کرتے تھے: کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں کو ان کے خون سے آلودہ ہونے سے بچایا ہے تو میں اپنی زبان کو ان میں بحث وتکرار سے روکتا ہوں۔

امام احمدؒ کے تلامذہ میں ایک امام عبدوسؒ بن مالک ابومحمد العطار ہیں۔ جو امام صاحب سے عقیدہ اہل السنۃ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ ہیں۔ ان کے بعد اصحاب شوریٰ خمسہ کا درجہ ہے پھر اہل بدر کا علی حسب تقدم ہجرت ومسابقت، پھر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو آپ کے دور مبارک میں تھے جو ایک سال یا ایک ماہ یا ایک دن یا ایک گھڑی آپ کی مصاحبت میں رہے یا جنہوں نے آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ان میں سے کم تر صحبت والے بھی ان سے افضل ہیں جو آپ کی زیارت سے محروم رہے اگرچہ انہوں نے زندگی بھر اعمال حسنہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی ہو اور جنہوں نے ایک گھڑی آپ کے ساتھ گزاری وہ بہر نوع تابعین سے افضل ہیں۔ (ملخصاً) (طبقات الحنابلہ ص 243 ج 1) امام احمدؒ کے اس کلام سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور مشاجرات کے بارے اہل السنہ کے عقیدہ ومسلک کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

امام صاحبؒ سے کسی نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین ہونے والی نزاع کے بارے دریافت کیا تو انہوں نے اس سے اعراض کیا اور فرمایا یہ پڑھو:

تلك امة قدخلت لها ماكسبت ۔ الآیة ۔ کہ وہ امت گزر چکی اس کے لئے ہے

جو کچھ اس نے کمایا۔(طبقات الحنابلہ ص 97 ج 1۔شرح فقہ الاکبر ص 71)

امام محمدؒ بن احمد ابوعلی الھاشمی القاضی کا شمار امام احمدؒ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔ موصوف عقیدہ اہل السنۃ کی وضاحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولانبحث عن اختلافهم في أمرهم ونمسك الخوض في ذكر هم الابأحسن الذكرلهم ..... ولا ندخل فيما شجر بينهم"

(طبقات الحنابلة ص 185 ج 2 ، المنهج الأحمد ص 117ج 2)

ہم ان کے کسی معاملہ میں اختلاف کے متعلق بحث نہیں کرتے اوراچھے ذکر کے علاوہ ان کے ذکر میں خاموشی اختیار کرتے ہیں اوران کے باہم مشاجرات میں کوئی دخل اندازی نہیں کرتے۔امام احمدؒ کے تلمیذ رشید کا یہ بیان بھی حقیقۃً امام احمدؒ کے مؤقف کا ہی ترجمان ہے جس کا ثبوت ہم متعدد حوالوں سے پیش کر آئے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا موقف

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی من جملہ تصانیف میں ایک کتاب ''الفقہ الاکبر'' کو بھی شمار کیا جاتا ہے۔گو اس بارے میں بھی اہل علم کا اختلاف ہے تاہم بہت سے حضرات اسے امام صاحب ہی کی تصنیف قرار دیتے ہیں،اس کتاب میں وہ فرماتے ہیں: **"نتولاهم جميعاً ولانذكرالصحابة"** علامہ علیؒ قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ایک نسخہ میں آخری الفاظ یوں ہیں: **"ولانذكر أحداً من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا لخير"** کہ ہم سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور کسی بھی صحابی کا ذکر بھلائی کے علاوہ نہیں کرتے۔علامہ علی قاریؒ اس کے شرح میں رقم طراز ہیں:۔

يعني وإن صدر من بعضهم بعض ماهو في الصورة شرفإنه اما كان عن اجتهاد ولم يكن على وجه فساد من إصرار وعناد بل كان رجوعهم عنه الى خير ميعاد بناء على حسن ظن بهم" (شرح الفقه الأكبر ص 71)

''یعنی گو بعض صحابہ سے صورۃً شر صادر ہوا ہے مگر وہ کسی فساد یا ع' د کے نتیجہ میں نہ تھا

بلکہ اجتہاد کی بنا پر ایسا ہوا اور ان کا شر سے رجوع بہتر انجام کی طرف تھا، ان سے حسن ظن کا یہی تقاضی ہے۔" جنگ جمل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**قد كان امر طلحة والزبير خطأ غير أنهما فعلا ما فعلا عن اجتهاد**" کہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کا اقدام گو خطا پر مبنی تھا مگر انہوں نے جو کچھ کیا اجتہاد کی بنا پر کیا۔ (ایضا ص 67) اسی طرح حضرت معاویہؓ کے موقف کے متعلق لکھتے ہیں "**ثم كان معاوية مخطأ الا أنه فعل مافعل عن تأويل**" کہ حضرت معاویہؓ سے خطا ہوئی مگر انہوں نے کیا تأویل کی بنا پر کیا۔

الفقہ الاکبر کے ایک اور شارح علامہ ابوالمنتہی احمد بن محمد المغنیساوی لکھتے ہیں:

"**اعتقاد أهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة والثناء عليهم كما أثنى الله تعالىٰ ورسوله عليهم وماجرى بين علي ومعاوية كان مبنيا على الاجتهاد.**"

(شرح الفقہ الاکبر مطبوعہ مجموعۃ الرسائل السبعۃ حیدرآباد دکن 1948)

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام ﷺ کی تعظیم و تکریم کی جائے اور ان کی اسی طرح تعریف کی جائے جیسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کی ہے اور جو حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان لڑائی ہوئی وہ اجتہاد کی بنا پر تھی۔

امام طحاویؒ کی وضاحت

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاویؒ امام ابو حنیفہؒ کے عقیدہ و عمل کے ترجمان ہیں، موصوف اپنی مشہور کتاب العقیدۃ الطحاویہ میں لکھتے ہیں:

"**نحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولانفرط في حب أحد منهم ولانتبرأ من أحد منهم، ونبغض من يبغضهم وبغير الخير يذكرهم، ولانذكرهم الا بخير، وحبهم دين و إيمان و إحسان، وبغضهم كفر ونفاق و طغيان**" (شرح العقيدة الطحاوية ص 467)

''ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں ان میں سے نہ کسی ایک کی محبت میں افراط کا شکار ہیں اور نہ ہی کسی سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور جو ان سے بغض رکھتا ہے اور خیر کے علاوہ ان کا ذکر کرتا ہے ہم اس سے بغض رکھتے ہیں اور ہم ان کا ذکر صرف بھلائی سے کرتے ہیں۔ ان سے محبت دین و ایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض کفر و نفاق اور سرکشی ہے۔''

امام طحاویؒ کے اس کلام سے عیاں ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت و عقیدت میں نہ افراط کا شکار ہونا چاہئے اور نہ ہی کسی سے اظہار براءت کرنا چاہئے۔ جبکہ رافضیوں کے نزدیک جہاں حضرت علیؓ کے ساتھ محبت میں غلو و افراط پایا جاتا ہے وہاں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اظہار براءت بھی ہے۔ صحابہ کرامؓ سے محبت و عقیدت رکھنا مگر کسی سے براءت کا اظہار کرنا اور ان پر حرف گیری کرنا طنز و تشنیع کے نشتر چلانا قطعاً اہل سنت کا مؤقف نہیں بلکہ وہ سب سے محبت کے ساتھ ساتھ کسی سے بھی اظہار براءت نہیں کرتے۔ شارح عقیدہ طحاویہ فرماتے ہیں کہ یہی وہ عقیدہ ہے جس کا سلف نے ان الفاظ سے اظہار کیا ہے:

"الشهادة بدعة والبراءة بدعة يروى ذلك عن جماعة من السلف من الصحابة والتابعين منهم أبوسعيد الخدري والحسن البصري وإبراهيم النخعي والضحاك وغيرهم ومعنى الشهادة أن يشهد على معين من المسلمين أنه من أهل النار أوانه كافر" (شرح العقيدة الطحاويه ص 470' 471)

''شہادت بدعت ہے' براءت بدعت ہے، سلف میں یہی قول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت سے مروی ہے ان میں حضرت ابوسعیدؓ خدری' حسن بصریؒ ' ابراہیم نخعیؒ، ضحاکؒ، وغیرھم ہیں اور شہادت کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی مخصوص و معین مسلمان کو یعنی اس کا نام لے کر کہا جائے کہ وہ جہنمی ہے یا وہ کافر ہے۔'' بلکہ امام احمدؒ بن حنبل فرماتے ہیں:

البـــراء ة بدعة والولاية بدعة والشهادة بدعة' البراء ة أن تتبـرأ مـن أحـد مـن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسـلـم والـولاية أن تتولى بعضاً وتترك بعضاً والشهادة أن تشهد أحداً أنه في النار۔ (السنة للخلال ص 479)

براءت بدعت ہے، ولایت بدعت ہے اور شہادت بدعت ہے، براءت یہ ہے کہ کسی صحابی سے اظہار براءت کیا جائے۔ ولایت یہ ہے کہ بعض سے تعلق ومحبت کا اظہار اور بعض کو نظر انداز کر دیا جائے اور شہادت یہ ہے کہ کسی کو نام زد طور پر جہنمی کہا جائے۔'' جس سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں سلف کا موقف یہ ہے کہ سب سے محبت کی جائے۔ کسی سے براءت نہ کی جائے اور کسی مسلمان کو اس کا نام لے کر جہنمی نہ کہا جائے۔ کسی صحابیؓ سے براءت اس سے نفرت اور اس پر طعن وتشنیع سلف کا نہیں بلکہ اہل بدعت کا شیوا ہے۔ امام طحاویؒ مزید اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

ومـن أحـسـن الـقـول في أصـحـاب رسول الله صلى الله عـلـيـه وسـلـم وأزواجـه الـطـاهـرات من كل دنـس و ذرياته المقدسين من كل رجس فقد برئ من النفاق۔

(شرح العقيدة الطحاوية ص 490)

''جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اچھی بات کرتا ہے، ازواج مطہرات کو ہر قسم کے عیب سے پاک سمجھتا ہے، اور آپ کی مقدس آل واولاد کو ہر قسم کی آلودگی سے مبرأ سمجھتا ہے وہ نفاق سے بری ہے۔'' یعنی اہل سنت ناصبیوں اور رافضیوں کے افراط تفریط سے بچ کر سب سے محبت کرتے ہیں اور ان کے بارے ہمیشہ اچھی بات کہتے ہیں۔ ناصبیوں کی طرح نہیں کہ حضرت علیؓ اور ان کی آل واولاد جو حقیقۃً آنحضرت ﷺ کی ہی آل واولاد ہے سے اور ان کے تعلق داروں سے بغض وعداوت رکھتے ہیں۔ رافضیوں کی طرح بھی نہیں جو حضرت علیؓ کے علاوہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں۔

امام ابوزرعہؒ رازی اور امام ابوحاتم رازیؒ کی وضاحت

امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم صاحب ''الجرح والتعدیل'' ''کتاب اصول السنۃ واصول الدین'' میں فرماتے ہیں : کہ میں نے مشہور محدث امام ابو زرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم رازی المتوفی 264ھ اور امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی المتوفی 277ھ سے دریافت کیا کہ تمام بلاد اسلامیہ میں آپ جن علمائے کرام سے ملے ہیں ان کا عقیدہ کیا تھا اور اہل سنت کا اصول میں مسلک کیا ہے؟ ان کے الفاظ ہیں:

"سألت أبي وأبا زرعة رضي الله عنهما عن مذاهب أهل السنة في أصول الدين وما أدركا عليه العلماء في جميع الأمصار وما يعتقدون من ذلك۔"

جس کے جواب میں انہوں نے جو کچھ فرمایا اس میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں عقیدہ اور اہل السنۃ کا اصول حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمایا:

"وأن العشرة الذين سماهم رسول الله صلى الله عليه وسلم وشهدلهم بالجنة على ما شهد به رسول الله صلى الله عليه وسلم وقوله الحق والترحم على جميع أصحاب محمد صلى الله وعلى اله ' والكف عما شجر بينهم" (أصول السنة ص 20' شرح أصول اعتقاد ص 177ج 1' للامام اللالكائى")

''وہ دس جن کا نام لے کر رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے وہ اسی طرح ہیں جیسا کہ آپ نے ان کے بارے میں شہادت دی ہے اور آپ کا فرمان بالکل حق ہے، اور تمام صحابہ کرام پر رحمت و بخشش کی دعاء کرنا اور ان کے مابین ہونے والے مشاجرات سے باز رہنا اہل السنۃ کا اصول وعقیدہ ہے۔'' امام ابن ابی حاتم کا یہ رسالہ شیخ محمد عزیز شمس حفظہ اللہ کی تحقیق سے چند مزید رسائل کے ضمن میں الدار السّلفیہ ہند سے روائد التراث کے نام سے طبع ہوا ہے، امام لالکائیؒ اس کے چند صفحات بعد مزید نقل فرماتے ہیں کہ انہوں

نے فرمایا:

ونترحم علی جمیع أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولانسب أحداً منھم لقولہ عزوجل والذین جاء وا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولإخواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا إنک رء وف رحیم"

(ایضاً ص 181ج 1)

''ہم سب صحابہ ﷺ کے حق میں رحمت کی دعا کرتے ہیں، ان میں سے کسی کو برا نہیں کہتے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق کہ جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم اور ہم سے پہلے ہمارے ایماندار بھائیوں کو معاف فرما دے، اور ایمانداروں کے بارے میں ہمارے دل میں کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بے شک آپ ہی شفقت کرنے والے نہایت رحم کرنے والے ہیں۔''

امام ابوزرعہ الرازی اور امام ابوحاتم الرازیؒ نے صحابہ کرامؓ کے بارے میں جو سلف کا عقیدہ بیان کیا اور امام لالکائی نے ان کے حوالہ سے اہل السنۃ کا جو اصول ذکر کیا، اس کا ابتدائی حصہ امام ابوالعلاء الحسینؒ بن احمد العطار الہمذانی المتوفی 569 نے بھی اپنے رسالہ **فتیا وجوابھا فی ذکر الاعتقاد وذم الاختلاف**" (ص94،90) میں نقل کیا ہے اور اس پر عنوان ہی یہ دیا ہے۔"**فی ذکر الاعتقاد الذی أجمع علیہ علماء البلاد**" اس عقیدہ کا ذکر جس پر بلاد اسلامیہ میں علماء کا اتفاق ہے، اور اس رسالہ کے محقق شیخ عبداللہ بن یوسف نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوزرعہؒ اور امام ابوحاتمؒ کے اسی عقیدہ کا ذکر ابن الطبری کی السنۃ رقم: 321 میں بھی موجود ہے۔ جس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے، کہ ان دونوں محدثین نے صحابہ ﷺ کے بارے میں سلف کے جس عقیدہ کی وضاحت کی ہے، بعد کے دور میں دیگر ائمہ دین نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے۔

امام بخاریؒ اور ان کے 1080 شیوخ کا عقیدہ

سید الفقہاء والمحدثین حضرت امام محمدؒ بن اسماعیل بخاری المتوفی 256ھ نے اپنا

عقیدہ بیان کرنے سے پہلے فرمایا ہے کہ میں نے ایک ہزار سے زائد شیوخ سے ملاقات کی ہے اور ایک ہی بار نہیں بلکہ کئی بار میں نے ان سے ملاقات کی تمام بلاد اسلامیہ حجاز' مکہ' مدینہ' کوفہ' بصرہ' واسط' بغداد' شام' مصر' جزیرہ میں 46 سال سے زیادہ عرصہ ان سے یکے بعد دیگرے ملتا رہا ہوں، وہ سب اس عقیدہ پر متفق تھے کہ دین قول وعمل کا نام ہے قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں وغیرہ انہی اعتقادی مسائل میں ایک یہ بھی کہ:

"ومارأیت فیھم أحداً یتناول أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم قالت عائشة أمروا أن یستغفروا لھم"

(شرح أصول اعتقاد ص 175ج 1)

میں نے اپنے ان شیوخ میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہتا ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بخشش کی دعاء کریں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ عقیدہ بیان کرتے ہوئے بلاد اسلامیہ کا ذکر کر کے وہاں کے اپنے بعض مشائخ کا نام بنام تذکرہ کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ھدی الساری ص 479 میں ذکر کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ کی تعداد 1080 ہے۔ ان تمام کے اسماء کا یہاں ذکر یقیناً تطویل کا باعث ہوگا۔ اس لئے یہ تفصیل نظر انداز کرتے ہوئے عرض ہے کہ یہ سب شیوخ کرام اس بات پر متفق تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہمیشہ بخشش کی دعا ہی کرنی چاہئے اور انہیں برا کہنے ان کی عزت وعصمت کو داغدار کرنے کی جسارت نہیں کرنی چاہئے۔ مگر افسوس ائمہ دین کے اس فیصلے کے برعکس بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و ملامت کرنے بلکہ بعض کا نام لے کر عیب جوئی کا مشغلہ اختیار کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے مگر بایں ہمہ اپنے آپ کو اہل السنة والجماعة یا اہل الاثر یا اہل الحدیث کا ترجمان بھی سمجھتے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

امام علی رحمہ اللہ بن مدینی کا عقیدہ

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد مشہور محدث وناقد امام علی رحمہ اللہ بن مدینی عقیدہ اہل السنة کی تفصیل

بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ صحابی وہ ہے جس نے ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک گھڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو اور آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے ہو اور ادنیٰ درجہ کا صحابی رضی اللہ عنہ بھی سب تابعین سے افضل ہے گو انہوں نے نیکی کے سارے کام ہی کیوں نہ کئے ہوں، سب صحابہ کرام میں افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ پھر باقی اصحاب الشوریٰ سب سے افضل ہیں۔ چند سطور بعد پھر فرماتے ہیں:

ومن تنقص احداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أوأبغضه لحدث كان منه اوذكر مساويه فهو مبتدع حتى يترحم عليهم جميعاً فيكون قلبه لهم سليماً۔"

(شرح أصول اعتقاد ص 169ج 1)

جوکوئی کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتا ہے یا اس کے کسی عمل کی وجہ سے اس سے بغض رکھتا ہے یا اس کی برائی بیان کرتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ بدعت سے وہ تبھی بچے گا جب وہ سب کے حق میں رحمت کی دعا کرے اور اپنے دل کو ان کے بارے میں سلامت رکھے۔

امام غزالیؒ کی نصیحت

امام ابو حامد محمد بن محمدؒ الغزالی المتوفی 505ھ اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم میں لکھتے ہیں:

واعتقاد أهل السنة تزكية جميع الصحابة والثناء عليهم كما أثنى الله سبحانه وتعالىٰ ورسوله صلى الله عليه وسلم و ماجرى بين معاوية وعلى رضى الله عنهما كان مبنياً على الاجتهاد" ألخ (احياء العلوم ص 120ج 1)

''اہل السنۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تزکیہ تسلیم کیا جائے سب کی تعریف کی جائے جیسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی ہے حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین جو کچھ رونما ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔'' دونوں حضرات کے اجتہاد کی

نوعیت کو بھی اس کے بعد انہوں نے بیان کر دیا کہ حضرت علیؓ سمجھتے تھے انعقاد خلافت کی ابتدا ہی میں قاتلین عثمانؓ سے مؤاخذ کرنا خلافت کی کمزوری کا باعث ہو سکتا ہے جبکہ ان میں سے اکثر لوگ لشکر اسلام میں شامل تھے، اس لئے انہوں نے اس سلسلے میں تاخیر مناسب سمجھی، جبکہ حضرت معاویہؓ کا گمان یہ تھا کہ اگر قاتلین عثمانؓ کے معاملہ میں تاخیر کی جائے تو اس سے خون ریزی میں اضافہ ہوگا اور خلیفہ کے خلاف سرکشی کے اقدام کو حوصلہ ملے گا۔ جس کی بنا پر وہ قاتلین عثمانؓ کے مؤاخذہ میں تاخیر کو پسند نہیں کرتے تھے، اجتہاد کے اسی اختلاف کے نتیجہ میں بالآخر جنگ صفین واقع ہوئی۔ حضرت علیؓ کا موقف بلاشبہ اقرب الی الصواب تھا مگر حضرت معاویہؓ کی اجتہادی غلطی کی بنا پر ان پر طعن و ملامت کرنا درست نہیں۔ یہی کچھ انہوں نے عقیدہ کے متعلق اپنی کتاب ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' میں فرمایا ہے، علامہ ابن حجرؒ ہیتمی المکی امام غزالیؒ وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"ویحرم علی الواعظ وغیره روایة مقتل الحسین وحکایاته وماجری بین الصحابة من التشاجر والتخاصم فانه یهیج علی بغض الصحابة والطعن فیهم وهم أعلام الدین تلقی الأئمة الدین عنهم روایة ونحن تلقیناه عن الائمة درایة فالطا عن فیهم مطعونا فی نفسه ودینه"

(الصواعق المحرقة ص 223)

''واعظ وغیرہ پر حرام ہے کہ مقتل سیدنا حسینؓ کو بیان کرے اور اس پر حرام ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مابین ہونے والے جھگڑوں اور اختلافات کو بیان کرے کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے اور ان پر طعن و ملامت کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے، حالانکہ وہ تو دین کے ستون ہیں ائمہ نے ان سے دین روایۃً لیا اور ہم نے ائمہ سے دین درایۃً لیا۔ لہذا ان پر طعن کرنے والا خود مطعون ہے جو اپنے آپ اور اپنے دین میں طعن و ملامت کرتا ہے۔''

امام غزالیؒ نے مشاجرات صحابہ کی حکایت بیان کرنے اور اسے موضوع سخن بنانے کے نتیجہ میں جس خطرناک پہلو کا اشارہ کیا، ''تحقیق'' کے نام سے لکھی گئی کتابوں کے برگ و بار اس

کے مؤید ہیں۔ جس کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔

امام ابن دقیق العیدؒ کا عقیدہ

امام تقی الدین ابوالفتح محمد بن علی بن وھب ابن دقیق العید المتوفی 702ھ کے حوالہ سے علامہ علیؒ قاری رقم طراز ہیں:

"وقال ابن دقيق العيد في عقيدته ومانقل فيما شجر بينهم واختلفوا فيه فمنه ماهو باطل وكذب فلا يلتفت إليه وماكان صحيحاً أولناه تاويلاً حسناً لأن الثناء عليهم من الله سابق ومانقل من الكلام اللاحق محتمل للتأويل والمشكوك و الموهوم لايبطل المحقق والمعلوم۔"

(شرح فقه الأكبر ص 71)

کہ امام ابن دقیق العید نے اپنے عقیدہ میں کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلاف نقل کیا جاتا ہے اس کی نوعیت مختلف ہے، بعض واقعات وہ ہیں جو باطل اور جھوٹ ہیں جن کی طرف التفاف ہی نہیں کرنا چاہیے اور جو واقعات صحیح ہیں ہم ان کی اچھی تاویل کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے بارے میں تعریف بہت پہلے بیان ہو چکی اور اس کے بعد جو کلام نقل کیا جاتا ہے وہ تاویل کا محتمل ہے مشکوک اور موھوم چیز ثابت شدہ اور معلوم چیز کو باطل قرار نہیں دے سکتی۔"

علامہ قاضی عیاضؒ کی وضاحت

قاضی عیاضؒ بن موسی المتوفی 544ھ اپنی معروف کتاب الشفاء میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے فضائل ومناقب اور ان کے درمیان ہونے والے مشاجرات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ومن توقيره صلى الله عليه وسلم وبره توقير أصحابه وبرهم ومعرفة حقهم والإقتداء بهم، وحسن الثناء

علیهم والاستغفار لهم والإمساك عما شجر بينهم ومعاداة من عاداهم والإضراب عن أخبار المؤرخين وجهلة الرواة وضلال الشيعة و المبتدعين القادحة فی أحد منهم، وأن يلتمس لهم فيما نقل عنهم من مثل ذلك فيما كان بينهم من الفتن أحسن التأويلات والمحامل، ويخرج أصوب المخارج اذهم أهل ذلك، ولايذكرأحد منهم بسوء ولايغمض عليه أمراً بل يذكر حسناتهم وفضائلهم وحميد سيرهم و يسكت عما وراء ذلك" ألخ (الشفاء ص 41ج 2)

''آنحضرت ﷺ کی توقیر اور آپ سے حسن سلوک کا تقاضا ہے کہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی توقیر کی جائے اور ان سے حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جائے، ان کے حق کو سمجھا جائے ان کی اقتداء کی جائے ان کی تعریف کی جائے اور ان کے لئے بخشش کی دعا کی جائے اور ان کے درمیان ہونے والے اختلاف کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے۔ ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھی جائے۔ مؤرخین اور مجہول راویوں اور گمراہ شیعہ اور بدعتیوں کی بیان کی ہوئی ان روایات سے اعراض کیا جائے جن میں کسی ایک صحابی پر ردوقدح پایا جاتا ہے اور ان کے مابین واقعہ ہونے والے فتنہ کے بارے میں جو نقل کیا جاتا ہے اس کی بہترین تاویل اور ان کے محامل تلاش کئے جائیں۔ اور انہیں درست مخارج پر محمول کیا جائے کیونکہ وہ اسی کے حق دار ہیں۔ اور کسی صحابی کی برائی بیان نہ کی جائے نہ کسی معاملہ میں ان پر عیب لگایا جائے۔ بلکہ ان کی حسنات وفضائل اور نیک سیرت بیان کی جائے اور ان کے علاوہ باقی امور سے خاموشی اختیار کی جائے۔''

اس کے بعد قاضی عیاضؒ نے اس سلسلے میں چند احادیث ذکر کرتے ہوئے مشہور تابعی امام ایوب السختیانیؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"ومن أحسن الثناء على أصحاب محمد فقد برئ من النفاق ومن انتقص أحداً منهم فهو مبتدع مخالف للسنة

والسلف الصالح وأخاف أن لايصعد له عمل إلى السماء حتى يحبهم جميعاً ويكون قلبه سليما" (الشفاء)

"جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اچھی تعریف کرتا ہے وہ نفاق سے بری الذمہ ہے۔ اور جو ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کرتا ہے وہ بدعتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے طریقہ کے مخالف ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ اس کا کوئی عمل اس وقت تک آسمان پر نہیں جائے گا جب تک وہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت نہ کرے اور اس کا دل صحابہ کے بغض سے بچا ہوا نہ ہو۔"

بلکہ انہوں نے حضرت سہلؒ بن عبداللہ تستری سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"**لم يؤمن بالرسول من لم يؤقر أصحابه**" جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی تعظیم وتوقیر نہیں کرتا ہے اس کا آپ پر ایمان ہی نہیں۔ (الشفاء) اسی ضمن میں انہوں نے حضرت معاویہؓ کی تعریف وتحسین بیان کی بلکہ علامہ الخفاجیؒ نے اس کی شرح میں یہ بھی نقل کیا کہ:

من يكن يطعن في معاوية
فذاك كلب من كلاب الهاوية

جو حضرت معاویہؓ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (نسیم الریاض ص 430 ج 3) بریلوی مکتب فکر کے مجدد احمد رضا خاں بریلوی صاحب نے بھی احکام شریعت ص 123 میں علامہ خفاجیؒ کے حوالہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کا فرمان

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی المتوفی 561ھ اپنی معروف کتاب غنیۃ الطالبین میں خلفائے راشدین کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وأما قتاله رضي الله عنه لطلحة والزبير وعائشة ومعاوية فقد نص الإمام أحمد رحمه الله الإمساك عن ذلك وجميع ماشجر بينهم من منازعة ومنافرة وخصومة لان الله

تعالی یزیل ذلك من بینهم یوم القیامة (الغنیة ص 77ج 1)

''رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت طلحہؓ ،حضرت زبیرؓ،حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ سے قتال کرنا تو اس کے متعلق امام احمد نے فرمایا ہے: کہ اس قتال سے اور باقی بھی ان کے مابین ہونے والے اختلافات اور نزاعات اور منافرات سے خاموشی اختیار کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے دلوں سے یہ خصومات نکال دے گا۔''

اس کے بعد انہوں نے ان کے مابین ہونے والے قتال کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے: کہ حضرت علیؓ سے یہ لڑنے والے حضرات ان سے حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کرتے تھے اور قاتلین سیدنا عثمانؓ ' حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل تھے۔

" فكل ذهب الى تاويل صحيح فأحسن أحوالنا الإمساك في ذلك وردهم إلى الله عزوجل وهو أحكم الحاكمين " (أيضاً)

''ان سب حضرات نے صحیح تاویل اختیار کی ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ ہم اس معاملے میں خاموش رہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔''

اس کے بعد انہوں نے حضرت معاویہؓ کی امارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ کے انتقال اور حضرت حسنؓ کے اقدام صلح کے بعد حضرت معاویہؓ کی امارت صحیح ثابت ہے اور کوئی تھا ہی نہیں جو ان کے ساتھ اس بارے میں اختلاف کرتا۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان تصریحات کے بعد اہل سنت کا موقف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"واتفق أهل السنة على وجوب الكف عما شجر بينهم والإمساك عن مساويهم وإظهار فضائلهم ومحاسنهم وتسليم امرهم إلى الله عزوجل على ماكان وجرى من اختلاف على وطلحة والزبير وعائشة ومعاوية رضى الله عنهم على

ماقدمنا بیانه" (الغنیة ص 79ج 1)

اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے مشاجرات سے خاموشی اختیار کی جائے اور ان کی کمزوریوں پر خاموش رہنا اور ان کے فضائل، ان کی خوبیوں کو بیان کرنا واجب ہے، اور حضرت علی، طلحہ، زبیر، عائشہ، معاویہ رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلاف ہوا اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہئے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حضرت محبوب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کی ان تصریحات سے اہل سنت کے موقف کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو حضرات اس کے برعکس موقف رکھتے ہیں، ان واقعات کو دہراتے اور موضوع بحث بناتے ہیں ان کا یہ انداز بہر حال اہل سنت کا نہیں بلکہ اہل بدعت کا ہے۔

اللهم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه و أرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه .

امام الحرمینؒ کا فرمان

امام الحرمین عبدالملک الجوینیؒ التوفی 478ھ رقمطراز ہیں۔

"بل الحق واحد لا بعينه فإن علياً كرم الله وجهه قاتل معاوية رحمه الله في الإمامة وعلي كان مصيباً ومعاوية كان مخطئاً رضى الله عنهما وكان معذوراً في خطئه لقوله عليه الصلاة والسلام من اجتهد فأصاب فله اجران ومن اجتهد فأخطأ فله اجر وأحد" ألخ (مغيث الخلق ص 9)

"بلکہ حق ایک ہے حضرت علیؓ کرم اللہ وجھہ نے حضرت معاویہؓ سے امامت کے بارے میں قتال کیا۔ حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ خطا پر، اللہ تعالیٰ دونوں پر راضی ہو۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی خطا میں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے مطابق معذور تھے کہ جس نے اجتہاد کیا اور حق کو پہنچا اسے دوہرا اجر ملے گا اور جس نے خطا کی اسے ایک اجر

ملے گا۔'' گویا امام الحرمین نے وضاحت فرما دی کہ موقف درست نہ ہونے کے باوصف حضرت معاویہؓ معذور اور ایک اجر کے مستحق ہیں۔ یہی اہل سنت کا موقف ہے۔ اور جو حضرت معاویہؓ کو معذور نہیں بلکہ ''مجرم'' قرار دیتے ہیں وہ خود مجرم اور اہل سنت کے خلاف ہیں۔

امام نوویؒ کا فرمان

امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی المتوفی 676ھ شرح صحیح مسلم میں رقم طراز ہیں:

"ومذهب أهل السنة والحق إحسان الظن بهم والإمساك عما شجر بينهم وتاويل قتالهم، وإنهم مجتهدون متأولون لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا، بل اعتقدوا كل فريق أنه المحق ومخالفه باغ فوجب قتاله ليرجع الى أمر الله، وكان بعضهم مصيباً وبعضهم مخطئاً معذوراً في الخطأ لأنه بإجتهاد والمجتهد إذا أخطأ لا إثم عليه وكان على رضى الله عنه هوالمحق المصيب فى ذلك الحروب هذا مذهب أهل السنة وكانت القضايامشتبة حتى أن جماعة من الصحابة تحيروا فيها فاعتزلوا الطائفتين ولم يقاتلوا، ولوتيقنوا الصواب لم يتأخروا عن مساعدته"

(شرح صحيح مسلم ص 390ج 2 ،كتاب الفتن ،باب إذا التقى المسلمان بسيفيهما الخ)

''اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔ ان کے آپس کے اختلافات میں خاموشی اور ان کی لڑائیوں کی تاویل کی جائے۔ وہ بلاشبہ سب مجتہد اور صاحب رائے تھے معصیت اور نافرمانی ان کا مقصد نہ تھا اور نہ ہی محض دنیا طلبی پیش نظر تھی، بلکہ ہر فریق یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہی حق پر ہے اور دوسرا باغی

ہے، اور باغی کے ساتھ لڑائی ضروری ہے تاکہ وہ امر الٰہی کی طرف لوٹ آئے، اس اجتہاد میں بعض راہ صواب پر تھے اور بعض خطا پر تھے، مگر خطا کے باوجود وہ معذور تھے کیونکہ اس کا سبب اجتہاد تھا اور مجتہد خطا پر بھی گنہگار نہیں ہوتا، حضرت علیؓ ان جنگوں میں حق پر تھے اہل سنت کا یہی موقف ہے، یہ معاملات بڑے مشتبہ تھے یہاں تک کہ صحابہ ﷡ کی ایک جماعت اس پر حیران و پریشان تھی جس کی بنا پر وہ فریقین سے علیحدہ رہی اور قتال میں انہوں نے حصہ نہیں لیا، اگر انہیں صحیح بات کا یقین ہو جاتا تو وہ حضرت علیؓ کی معاونت سے پیچھے نہ رہتے۔''

علامہ نوویؒ نے جو کچھ بیان فرمایا تھوڑی سی تفصیل سے اہل سنت کا یہی موقف انہوں نے ''کتاب فضائل الصحابہ'' کے اوائل میں بیان کیا ہے۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

''حضرت علیؓ کی خلافت بالاجماع صحیح ہے، اپنے وقت میں وہ خلیفہ تھے ان کے علاوہ کسی کی خلافت نہیں تھی، حضرت معاویہؓ عادل، فضلاء اور نجباء صحابہؓ میں سے تھے ان کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں اس کی وجہ یہ شبہ تھا کہ ان میں سے ہر ایک گروہ اپنی حقانیت کا اعتقاد رکھتا تھا یہ سبھی عادل ہیں جنگوں اور دیگر اس قسم کے معاملات میں متاول ہیں، ان میں سے کوئی چیز ان میں سے کسی کو عدالت سے خارج نہیں کرتی اس لئے کہ وہ سب مجتہد تھے، ان مسائل میں جو محل اجتہاد ہیں ان میں باہم اسی طرح اختلاف ہو گیا جس طرح ان کے بعد میں دوسرے مجتہدین قصاص وغیرہ مسائل میں مختلف ہو گئے۔ ان باتوں کے سبب کسی میں کوئی نقص نہیں، ان کے باہم لڑنے کا سبب یہ تھا کہ معاملات کچھ الجھن کا شکار ہو گئے جس کی وجہ سے ان کے اجتہاد میں اختلاف کے نتیجہ میں تین گروہ بن گئے۔ ایک گروہ سمجھتا تھا کہ میں حق پر ہوں دوسرا باغی ہے اور باغی سے قتال ضروری ہے، دوسرا گروہ اس کے برعکس مدعی تھا کہ وہ حق پر ہے اور ان کا مدمقابل باغی ہے، تیسرا گروہ وہ تھا جن کے نزدیک معاملہ مشکل تھا وہ دونوں میں سے کسی کے موقف کو راجح نہ سمجھ سکے تو دونوں سے علیحدہ ہو گئے، اگر ان کے نزدیک واضح ہو جاتا ہے کہ فلاں فریق حق پر ہے تو وہ اس کی تائید میں پیچھے نہ رہتے، اس لئے یہ سب حضرات معذور ہیں اور اہل حق اس پر متفق ہیں کہ وہ سب

عادل ہیں اور ان کی روایت وشہادت مقبول ہے۔" (شرح مسلم ص 272 ج 2)

اکثر صحابہؓ قتال سے علیحدہ کیوں رہے؟

امام نوویؒ نے گو تیسرے فریق کے لئے حق واضح نہ ہونے کی وجہ سے ان لڑائیوں میں حصہ نہ لینے کا سبب قرار دیا ہے مگر دوسری رائے یہ ہے اور یہی اقرب الی الصواب ہے کہ ان حروب میں حصہ نہ لینے کا سبب فتنہ سے بچاؤ کی بنا پر تھا۔ کیونکہ بہت سی نصوص میں باہمی خانہ جنگی کو فتنہ سے تعبیر کیا گیا ہے، اکثر صحابہ کرامؓ اسی بنا پر اس سے دستکش رہے امام محمد بن سیرین سے بسند صحیح منقول ہے انہوں نے فرمایا: فتنہ رونما ہوا تو صحابہ کرامؓ دس ہزار کی تعداد میں تھے ان میں ایک سو بلکہ تیس کے قریب شریک ہوئے۔ (السنة للخلال ص 466) [1]

ان کا یہی قول شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی ذکر کیا ہے جس کی سند کے بارے میں وہ فرماتے ہیں: "هذا الإسناد أصح أسناد على وجه الأرض" کہ یہ سند روئے زمین پر سب سے زیادہ صحیح ہے (منہاج ص 186 ج 3) اسی طرح موصوف ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علیؓ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا بیشتر صحابہ رضی اللہ عنہم سرے سے جنگ میں شریک ہی نہیں ہوئے۔ نہ اس طرف نہ اس طرف جیسے سابقین اولین میں سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، اسامہؓ بن زید، محمد بن مسلمہ وغیرہ ہیں حالانکہ یہ سبھی حضرت علیؓ کی محبت رکھتے تھے اور انھیں باقی سب پر مقدم جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اپنے

---

[1] اس کے برعکس تاریخ خلیفہ بن خیاط ص 194 میں اور اسی کے حوالہ سے حافظ ذہبیؒ نے تاریخ اسلام (ص 445 ج 1) میں، حضرت عبدالرحمن بن ابزی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ کے ہمراہ جنگ صفین میں 800 وہ صحابہؓ تھے جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے جن میں 63 حضرات شہید ہو گئے۔ انہی میں حضرت عمارؓ بھی تھے، مگر یہ قول سنداً صحیح نہیں کیوں کہ اس کا راوی یزید بن عبدالرحمن ابو خالد الدالانی کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے: صدوق يخطئ كثيرا و كان يدلس (التقريب ص 584) کہ وہ صدوق ہے اکثر غلطی کرتا ہے اور مدلس ہے، یہ قول بھی اس نے معنعن ذکر کیا ہے۔ اس لیے امام ابن سیرین کے قول کے مقابلہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

زمانہ میں خلافت کے زیادہ حقدار وہی ہیں، لیکن قتال کے معاملہ میں انھوں نے حضرت علیؓ کی موافقت نہیں کی، ان کے پاس ایسی نصوص تھیں جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھیں جو یہ راہنمائی کرتی تھیں کہ جنگ وقتال سے اجتناب اس میں شریک ہونے سے بہتر ہے ان میں بعض نصوص ایسی بھی تھیں جن میں صراحۃً ان جنگوں میں شریک ہونے سے روکا گیا ہے، اس سلسلے میں آثار وروایات معروف ومشہور ہیں۔" (منہاج ص 221 ج 3) شیخ الاسلام نے اس بارے منہاج میں مختلف مقامات پر بحث کی ہے۔ شائقین حضرات ص 180، 181، ج 4 ص 243، 205، 219، 220، 241، 246 ج 2 ملاحظہ فرمائیں۔ انہی صحابہؓ میں محمدؓ بن مسلمہ تو وہ ہیں جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "لاتضره الفتنة" فتنہ اسے نقصان نہیں دے گا۔ شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

هذا مما استدل به على أن القتال كان قتال فتنة بتأويل لم يكن من الجهاد الواجب ولا المستحب"

کہ اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ وہ قتال فتنہ تھا وہ جہاد نہ واجب تھا اور نہ ہی مستحب، (منہاج ص 17 ج 4) حکمؓ بن عمرو غفاری سے حضرت علیؓ نے تعاون طلب کیا تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے معذرت کر لی کہ "**سمعت خليلي صلى الله عليه وسلم إذا كان الأمر هكذا اتخذ سيفاً من خشب**" کہ میں نے اپنے خلیل ﷺ سے سنا ہے جب معاملہ ایسا ہو تو لکڑی کی تلوار بنا لینا (حاکم ص 442 ج 3، السیر ص 475 ج 2) عمرانؓ بن حصین جنہوں نے ان جنگوں میں حصہ نہیں لیا انہوں نے تو ایام فتن میں اسلحہ کی فروخت سے منع کر دیا تھا۔ (بخاری مع الفتح ص 322، 323 ج 4)

شارح عقیدہ طحاویہ بھی لکھتے ہیں:

"کبار صحابہ کرامؓ نے جب وہ نصوص سنیں جن میں فتنوں سے الگ تھلگ ہو کر بیٹھ جانے کا حکم تھا تو انہوں نے جنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی نیز انہوں نے یہ بھی سمجھا کہ اس میں شرکت کے فوائد کم اور نقصانات زیادہ ہیں

ہمیں ان سب کو اچھے لفظوں سے یاد کرنا چاہیے۔

(شرح عقیدۃ الطحاویہ ص 484)

حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی رقمطراز ہیں:

"باقی رہا ایک مسئلہ جو نہایت دقیق ہے اور اس مسئلہ میں اکثر لوگوں کے قدم لغزش کھا گئے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت مرتضیٰؓ کی مدد سے تخلف کرنے والے مجتہد مصیب تھے یا مخطی معذور مجتہد تھے، بندہ کے نزدیک محقق بات یہ ہے کہ تخلف اختیار کرنے والے عزیمت پر کاربند تھے اور صریح احادیث سے جو صحیح اور متواتر المعنیٰ ہیں دلیل پکڑے ہوئے تھے"

(ازالۃ الخفاء مع الترجمہ ص 526 ج 4)

اس کے بعد شاہ صاحب نے ان احادیث مبارکہ کو ذکر کیا ہے جن کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے اور اپنے مخصوص انداز میں اس پر وارد شدہ اعتراض کا جواب بھی دیا ہے۔ اس پوری تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، مقصد صرف یہ تھا کہ ان حروب میں خاموشی اختیار کرنے والے کثیر تعداد میں تھے ان کا یہ موقف احادیث مبارکہ کی روشنی میں تھا اور درست تھا۔ وہاں حق واضح نہ ہونے والی کوئی بات نہ تھی جیسا کہ علامہ نوویؒ یا بعض دیگر حضرات نے سمجھا ہے۔

حافظ ذہبیؒ نے اس سلسلے میں حسین بن خارجہ اشجعی کا ایک عجیب خواب ذکر کیا ہے، اشجعیؒ فرماتے ہیں: کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا مانگا کرتا تھا کہ الٰہی مجھے حق بات کی راہ نمائی فرمائی جائے چنانچہ میں نے ایک روز خواب دیکھا، دنیا وآخرت کا منظر دیکھا میں ایک دیوار پر چڑھا تو میری ملائکہ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے پوچھا شہداء کہاں ہیں، انہوں نے کہا اوپر چڑھتے جاؤ چنانچہ میں اوپر چڑھتا گیا تو میری ملاقات نبی کریم ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، آنحضرت ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہہ رہے تھے میری امت کے لیے بخشش کی دعا کیجئے، انہوں نے فرمایا آپ کو معلوم نہیں انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے؟ انہوں نے خونریزی کی اور اپنے امام

کو شہید کر دیا، انہوں نے اس طرح کیوں نہ کیا جس طرح میرے خلیل سعد بن ابی وقاصؓ نے کیا۔ اشجعی فرماتے ہیں میں پھر حضرت سعدؓ سے ملا انہوں نے سارا واقعہ سن کر خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا جس کا خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نہیں وہ شخص نقصان میں ہے۔ میں نے ان سے عرض کی آپ دونوں گروہوں میں سے کس جانب تھے؟ انہوں نے فرمایا میں دونوں میں سے کسی کے ساتھ نہ تھا۔ میں نے عرض کی مجھے کیا حکم؟ فرمایا کیا تمہارے پاس بکریاں ہیں؟ میں نے عرض کی جی نہیں، انہوں نے فرمایا بکریاں خرید لو اور ان کے ہمراہ رہ کر زندگی گزارو تا آنکہ تمہارا آخری وقت آئے جائے (السیر ص 120 ج 1) اس رؤیا صالحہ سے بھی ان جنگوں سے علیحدہ رہنے والوں ہی کی تائید ہوتی ہے کہ ان کا موقف درست اور راجح تھا اور نصوص کے موافق تھا جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی نے فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی وضاحت

شیخ الاسلام الامام تقی الدین ابو العباس احمدؒ بن عبدالحلیم المتوفی 728ھ العقیدۃ الواسطیۃ میں اہل سنت کے عقائد واصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن أصول أهل السنة والجماعة سلامة قلوبهم وألسنتهم لأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كما وصفهم الله به في قوله تعالى: والذين جاء وامن بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولاتجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رء وف رحيم" ألخ (العقيدة الواسطية ص 111)

''اہل السنۃ والجماعۃ کا اصول ہے کہ وہ اپنے دلوں اور اپنی زبانوں کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں سلامت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم کو اور ہم سے

پہلے ایمان لانے والوں کو بخش دے اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کے بارے میں کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب! بے شک آپ بڑے مشفق اور نہایت رحم کرنے والے ہیں۔"

اہل سنت کا یہ اصول بیان کرنے کے بعد انہوں خلفائے راشدینؓ ، سابقینؓ اولین، اہل بیتؓ اور ازواج مطہراتؓ کے فضائل ومناقب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

ويتبرءون من طريقة الروافض الذين يبغضون الصحابة ويسبونهم، وطريقة النواصب الذين يؤذون أهل البيت بقول أوعمل، ويمسكون عما شجر بين الصحابة و يقولون إن هذه الآثار المروية في مساويهم منها ماهو كذب و منها ما قد زيد فيه و نقص وغير عن وجهه والصحيح منه هم فيه معذورون إما مجتهدون مصيبون وإما مجتهدون مخطئون وهم مع ذلك لايعتقدون أن كل واحد من الصحابة معصوم من الكبائر الاثم وصغائره، بل تجوز عليهم الذنوب في الجملة ولهم من السوابق والفضائل ما يوجب مغفرة ما يصدر منهم إن صدر، حتى أنه يغفر لهم من السيئات مالا يغفرلمن بعدهم لأن لهم من الحسنات التي تمحوالسيئات ما ليس لمن بعدهم" ألخ ،أيضاً

(ص 116 نیز مجموع فتاوی ص 155,152 ج ۳)

اہل سنت رافضیوں کے طریقہ سے بھی بری الذمہ ہیں جو صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں برا کہتے ہیں۔ اور ناصبیوں کے طریقہ سے بھی بری ہیں جو قولاً وعملاً اہل بیت کو ایذا پہنچاتے ہیں، بلکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلافات سے خاموشی اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ واقعات جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے ان میں بعض سراسر جھوٹے ہیں، اور بعض وہ ہیں جن میں کمی زیادتی ہوئی ہے اور اصل صورت حال سے بدلے

ہوئے ہیں اور جو صحیح ہیں ان میں وہ معذور ہیں کیونکہ ان میں ان کا اجتہاد درست ہے یا اجتہاد میں ان سے خطاً ہوئی ہے، بایں ہمہ اہل سنت کسی صحابیؓ کو معصوم قرار نہیں دیتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ فی الجملہ ان سے غلطی کا صدور جائز ہے، لیکن ان کی سابقہ حسنات اور فضائل و محامد اس قدر ہیں کہ اگر ان سے غلطی سرزد ہوئی ہے تو ان فضائل کی بنا پر ان کی مغفرت لازمی ہے، ان کی نیکیاں ان کی غلطیوں کے مقابلے میں اس قدر ہیں کہ ان کی بدولت ان کی مغفرت ہو جائے گی۔ نسبۃً بعد میں آنے والوں کے کہ ان کے دامن میں اتنی نیکیاں نہیں جتنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حصہ میں آئی ہیں۔

اہل سنت کے عقیدہ کی جو وضاحت شیخ الاسلام نے کی ہے یہی کچھ متقدمین ائمہ کرام نے بھی مختلف الفاظ میں کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسی بات کہنا جس سے ان کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو، اہل بدعت کا شعار ہے اور ان کے مابین ہونے والے اختلاف سے خاموشی اختیار کرنا ہی اہل سنت کا طریقہ و عمل ہے، شیخ الاسلامؒ ابن تیمیہ اپنی ایک دوسری معروف کتاب "منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة والقدرية" میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والے قتال کے بارے میں سلف کے موقف کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

كان من مذهب أهل السنة الإمساك عما شجر بين الصحابة فإنه قد ثبتت فضائلهم ووجبت موالاتهم ومحبتهم وماوقع منه مايكون لهم فيه عذر يخفى على الإنسان، ومنه ماتاب صاحبه منه، ومنه مايكون مغفوراً فالخوض فيما شجر يوقع فى نفوس كثير من الناس بغضاً و ذماً ، ويكون فى ذلك هو مخطئاً بل عاصياً فيضر نفسه ومن خاض معه فى ذلك كما جرى لأكثر من تكلم فى ذلك فإنهم تكلموا بكلام لايحبه الله ولا رسوله، اما من ذم من لايستحق الذم واما من مدح أمور لاتستحق المدح ولهذا كان الإمساك طريقة

إمساك أفاضل السلف" (منهاج السنة ص 219' 220 ج 2)
یعنی مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں خاموشی اہل سنت کا مذہب ہے کیونکہ ان کے فضائل ثابت اور ان سے تعلق و محبت واجب ہے، ان سے جن واقعات کا صدور ہوا ہے ان کے بارے میں ان کے نزدیک ایسے عذر ہوں گے جو اکثر لوگوں سے مخفی ہیں، ان میں سے بعض تائب ہو گئے اور بعض مغفور ہیں۔ ان کے باہمی جھگڑوں میں بحث و نظر کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بہت سے لوگوں کے دلوں میں ان کے خلاف بغض و مذمت پیدا ہو جائے گی اور یوں وہ شخص خطا کار بلکہ گنہگار ہو گا اور اپنے ساتھ اس کو بھی نقصان میں مبتلا کرے گا جو اس کے ساتھ اس بارے میں بحث و تکرار کرے گا۔ جیسا کہ اکثر کلام کرنے والوں کے بارے میں مشاہدہ کیا گیا ہے وہ عموماً ایسی باتیں کہتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ناپسند کرتے ہیں جو فی الواقع مستحق ذم نہیں ان کی مذمت کرتے ہیں اور جو قابل مدح نہیں ان کی مدح کرتے ہیں۔ اسی لئے افاضل سلف کا طریقہ یہی رہا ہے کہ اس بارے میں گفتگو نہ کی جائے۔"

شیخ الاسلامؒ نے مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں سلف کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے جن خطرات کی طرف اشارہ بلکہ مشاہدہ کی بات کی ہے وہ آج بھی ہر رجل رشید اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن سکتا ہے۔ "إن فی ذلك لذكرى لمن كان له قلب أو ألقى السمع وهو شهيد" سلف کا یہی موقف انہوں نے دوسرے مقامات پر بھی بیان کیا ہے سب کا استیعاب مقصود نہیں شائقین ملاحظہ فرمائیں۔ منہاج السنہ ص 205 ج 2، مجموع الفتاویٰ ص 406 ج 3، الصارم المسلول۔

امام صابونیؒ کا فرمان

شیخ الاسلام امام ابو عثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن الصابونی المتوفی 449ھ اہل السنۃ کے عقائد بیان کرتے ہوئے اپنے رسالہ "عقیدۃ السلف و اصحاب الحدیث" جس کا نام الرسالة فی اعتقاد أهل السنة وأصحاب الحديث والأئمة" بھی

ہے میں لکھتے ہیں:

ویرون الکف عما شجر بین أصحاب رسول اللہ ﷺ وتطهیر الألسنة عن ذکر ما یتضمن عیباً لهم ونقصاً فیهم، ویرون الترحم علی جمیعهم، والموالاة لکافتهم، وکذالك یرون تعظیم قدر أزواجه رضی اللہ عنهن، والدعاء لهن ومعرفة فضلهن والإقرار بأنهن أمهات المؤمنین "

(عقیدة السلف ص 93)

کہ اہل السنۃ واصحاب الحدیث کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلافات ہوئے ان میں گفتگو کرنے سے اجتناب کیا جائے، اور جو چیز ان کے عیب اور ان کی کمزوری کو متضمن ہو اس سے اپنی زبانوں کو پاک رکھا جائے، وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں رحمت کی دعا کرتے، اور ان سے محبت کرتے ہیں اسی طرح وہ تمام ازواج مطہرات کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں ان کے لئے دعا کرتے اور ان کے فضل و شرف کو پہچانتے ہیں اور ان سب کو مومنوں کی مائیں تسلیم کرتے ہیں۔"

امام صابونی ؒ کا یہ رسالہ مجموعہ رسائل منیریہ میں بھی طبع ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہو جلد 1 صفحہ 129، 130۔

علامہ ابن حزم ؒ کا موقف

امام ابو محمد علی بن حزم ؒ المتوفی 456ھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف اور ان کے مقام و مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فرض علینا توقیرهم وتعظیمهم وان نستغفرلهم ونحبهم، وتمرة یتصدق بها أحدهم أفضل من صدقة أحدنا بما یملك، وجلسة من الواحد منهم مع النبی صلی اللہ علیه وسلم افضل من عبادة أحدنا دهره کله وسواء کان من

ذکرنا علی عهده علیه السلام صغیراً أو بالغاً" ألخ۔

(الأحکام فی اصول الأحکام ص 89 ج 5)

''ہمارے ذمہ فرض ہے کہ ہم ان کی توقیر و تعظیم کریں ان کے لئے بخشش و مغفرت کی دعا کریں اور ان سے محبت کریں ان میں سے کسی ایک کا ایک کھجور صدقہ ہمارے تمام مال و متاع کے صدقہ کرنے سے افضل ہے، نبی کریم ﷺ کی صحبت میں ان کی ایک مجلس ہماری زندگی بھر کی نیکیوں سے افضل ہے، یہ درجہ و مرتبہ ان میں سے ہر ایک کو حاصل ہے خواہ وہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بالغ تھا یا نابالغ۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت علمائے امت کے ہاں متفق علیہ ہے۔ مبتدعین نے اس بارے میں جن شکوک وشبہات کی بنیاد پر اختلاف کیا ان کا ازالہ کرتے ہوئے علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

''اس طرح وہ سب متأول تھے جنہوں نے حضرت علیؓ سے صفین کے دن قتال کیا، رہے اہل جمل تو انہوں نے ہرگز حضرت علیؓ سے لڑائی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی حضرت علیؓ نے ان سے لڑائی کا قصد کیا، وہ تو بصرہ میں قاتلین عثمانؓ کے متعلق غور وفکر کرنے اور ان کے متعلق اللہ کا حکم (قصاص) نافذ کرنے کی غرض سے جمع ہوئے تھے۔ قاتلین سیدنا عثمانؓ نے جب اپنے بارے میں اللہ کا فیصلہ (قصاص) کئے جانے کا خطرہ محسوس کیا وہ کئی ہزار کی تعداد میں تھے انہوں نے چپکے سے لڑائی کے شعلے بھڑکا دیئے حتیٰ کہ فریقین نے جب دیکھا کہ لڑائی سر پر آ گئی ہے تو ہر ایک اپنے دفاع پر مجبور ہو گیا، اور یہ بات صریحاً تاریخی روایات میں منقول ہے انتہائی عجیب بات ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام اوزاعی، امام لیث، امام سفیان، امام احمد اور امام داؤد رحمہم اللہ کے لئے تو قصاص، حدود اور معاملات میں اجتہاد کو درست قرار دیتے ہیں حالانکہ ایک مجتہد اگر کسی معاملہ میں قصاص وحد کا فیصلہ دیتا ہے تو دوسرا اس کا انکار کرتا ہے ایک مال کو حلال دوسرا حرام، ایک مباح الدم سمجھتا ہے تو دوسرا حرام، ایک عمل کو فرض دوسرا اسے ساقط قرار دیتا ہے، یہ اختلاف تو ان مجتہدین کا گوارا ہے اور اس کی گنجائش بھی سمجھتے ہیں اور انہیں معذور بھی قرار دیتے ہیں، ہم ان کے بارے میں یہی سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے ائمہ دین میں سے تھے ان کی تعظیم وتوقیر ضروری ہے مگر ہم

انہیں قطعی جنتی اوران کے بارے میں اللہ کی قطعی رضا کا فیصلہ نہیں کرتے۔ اگرچہ حسن ظن کی بنا پران کے لئے اللہ تعالیٰ سے یہی امید رکھتے ہیں، جب ائمہ مجتہدین کے بارے میں یہ فکر ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ جائز کیوں نہیں؟ (ملخصاً) اس سلسلے میں ان کے آخری الفاظ ہیں:

ثم لانجيز ذلك لعلى وأم المؤمنين وطلحة والزبير و عمار وهشام بن حكيم ومعاوية وعمرو و النعمان وسمرة وابى الغادية و غير هم وهم أئمة الاسلام حقاً والمقطوع على فضلهم وعلى أكثرهم بأنهم فى الجنة، وهذا لايخيل إلا على مخذول وكل من ذكرنا من مصيب أو مخطىٔ فمأجور على اجتهاده إما أجرين وإما أجراً و كل ذٰلك غير مسقط عدالتهم. (الأحكام ص 85' 86 ج 2)

''مگر یہی حق حضرت علی ام المؤمنین عائشہ' طلحہ' زبیر' عمار' ہشام بن حکیم' معاویہ' عمرو بن عاص' نعمان' سمرۃ' ابوالغادیۃ اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو نہیں دیتے۔ حالانکہ وہ دین کے سچے امام ہیں ان کی فضیلت اور ان میں سے اکثر کا جنتی ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ یہ خیال تو کسی مخذول کا ہی ہوسکتا ہے۔ (کہ متاخرین مجتہدین کے باہمی حلت و حرمت کے اختلاف میں انہیں معذور سمجھے مگر مجتہدین صحابہ کرام کو معذور نہ سمجھے) جن صحابہؓ کا ہم نے ذکر کیا ان میں سے ہر ایک مصیب ہو یا مخطی، بہر نوع اسے اس کے اجتہاد پر اجر ملے گا دوہرا اجر ملے یا ایک گنا۔ اور یہ جو کچھ ان سے صادر ہوا اس سے ان کی عدالت ساقط نہیں ہوتی۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کے ضمن میں ان کے درمیان ہونے والی لڑائیوں کے نتیجہ میں مبتدعین نے جو ان پر لب کشائی کی علامہ ابن حزمؒ نے اس کا دفاع کرتے ہوئے جہاں یہ ثابت کیا ہے کہ ان واقعات سے ان کی عدالت مجروح نہیں ہوتی وہاں یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہل سنت کا یہی موقف ہے کہ ان کے اختلافات

سے صرف نظر کر کے ہمیں بہر آئینہ ان سے محبت رکھنی چاہیے۔ان کے بارے میں استغفار کرتے رہنا چاہئے۔اور ہمیشہ ان کی تعظیم وتو قیر ہی کرنی چاہئے۔حافظ ابن حزمؒ نے الفصل فی الملل والاھواء والنحل (ص 158' 161 ج 4) میں بھی اس موضوع پر تفصیلاً بحث کی ہے۔ شائقین ''الفصل'' ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ابن خلدونؒ کا تبصرہ

فیلسوف تاریخ اسلام علامہ عبدالرحمٰنؒ بن محمد بن خلدون حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان ہونے والے نزاعات کا تجزیہ کرتے ہوئے ''الفصل الثالث من الکتاب الاول'' کی فصل نمبر 28 میں لکھتے ہیں:

ولما وقعت الفتنة بين علي ومعاوية وهي مقتضى العصبية كان طريقهم فيهاالحق والاجتهاد، ولم يكونوا في محاربتهم لغرض دنيوي أو لإيثار باطل أو لاستشعار حقد كما قديتوهمه متوهم، وينزع اليه ملحد، و إنما اختلف اجتهادهم في الحق وسفه كل واحد نظر صاحبه باجتهاده في الحق فاقتتلوا عليه وان كان المصيب علياً فلم يكن معاوية قائماً فيها بقصد الباطل، إنما قصد الحق وأخطأ، والكل كانوا في مقاصد هم على حق "

(مقدمه ابن خلدون ص 205 الفصل الثامن والعشرون)

''اور جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان فتنہ رونما ہوا یہ اگرچہ عصبیت کا مقتضی تھا لیکن ان کا طریقہ حق اور اجتہاد پر مبنی تھا ان کی لڑائی دنیوی غرض یا باطل کی پیروی میں نہ تھی اور نہ ہی اس کا سبب کینہ اور بغض تھا جیسا کہ وہم پرستوں اور ملحدوں کا خیال ہے انہوں نے ایک امر حق میں اجتہاد کیا، اسی کی بنا پر ہر ایک اپنے دوسرے کی نظر میں غیر بردبار بن گیا تو وہ لڑائی میں مبتلا ہو گئے،اس معاملہ میں اجتہاد اگرچہ حضرت علیؓ کا درست تھا مگر حضرت معاویہؓ بھی کسی باطل کے ارادہ سے اس میں شریک نہ تھے۔مقصد ان کا بھی حق

تھا گوان سے خطا ہوگئی۔ بلکہ یہ سب حضرات اپنے مقاصد کے اعتبار سے حق پر تھے" اسی طرح انہوں نے تیسویں فصل کے اختتام پر فرمایا ہے کہ: "اپنے نفس اور اپنی زبان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے ساتھ تعرض کرنے سے روکو اور ان کے مابین ہونے والے واقعات کے متعلق شک و ریب سے اپنے دل کو پریشان نہ کرو، اور جہاں تک ہو سکے ان کا صحیح محمل تلاش کرو وہ بجا طور پر اسی کے حق دار ہیں" (مقدمہ ابن خلدون ص 218) تاریخ و سیر کے بے لاگ مطالعہ کے بعد علامہ ابن خلدونؒ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والی لڑائیوں کا جو تجزیہ پیش کیا ہے ایک مسلمان کے یہی شایان شان ہے اور یہی سلف کا موقف ہے جیسا کہ مسلسل آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ کا فرمان

مشہور مفسر و مورخ امام ابو الفداء عماد الدین اسماعیل ابن کثیر المتوفی 774ھ حضرت معاویہؓ کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ثم كان ما كان بينه وبين على بعد قتل عثمان على سبيل الاجتهاد والرأى فجرى بينهما قتال عظيم كما قدمنا وكان الحق والصواب مع على ومعاوية معذور عند جمهور العلماء سلفاً وخلفاً" (البداية ج 8ص 126)

پھر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ان کے اور حضرت علیؓ کے درمیان جو کچھ تھا اجتہاد و قیاس کی بنا پر تھا ان کے مابین قتال عظیم ہوا جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ سلف و خلف میں جمہور علمائے کرام کا یہی موقف رہا ہے کہ حق و صواب حضرت علیؓ کے ساتھ، اور حضرت معاویہؓ معذور تھے۔

امام ابن کثیر اسی بات کو ایک دوسرے مقام پر یوں بیان فرماتے ہیں:

فهذا الحديث من دلائل النبوة اذ قد وقع الأمر طبق ما أخبر به عليه الصلاة والسلام، وفيه الحكم بإسلام الطائفتين أهل الشام و اهل العراق، لا كما زعمه فرقة الرافضة والجهلة الطغام من تكفيرهم و

أهل الشـام، و فيـه أن اصحـاب علي أدنى الطائفتين الى الحق، وهذا هـو مـذهب اهل السنة والجماعة أن علياً هو المصيب و إن كان معاوية مجتهداً وهو مأجور ان شاء الله ... الخ (البدایه ص 280 ج 7)

''یہ حدیث کہ میری امت دو گروہوں میں بٹ جائے گی، ان دونوں میں سے ایک جماعت دین سے نکل جائے گی۔ تو اس سے وہ قتال کرے گا جو ان دونوں گروہوں میں سے حق کے زیادہ قریب ہوگا) نبی کریم ﷺ کی سچائی کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔ کیوں کہ معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے خبر دی تھی اور اس میں دونوں گروہوں ــ اہل شام اور اہل عراق ــ کے اسلام پر ہونے کا حکم ہے۔ ایسے نہیں جیسے رافضی اور بے وقوف جاہل سمجھتے ہیں کہ اہل شام کافر ہو گئے تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھی حق کے زیادہ قریب تھے۔ یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے کہ حضرت علیؓ کا موقف درست تھا۔ اگر چہ حضرت معاویہؓ مجتہد تھے اور وہ ان شاءاللہ مأجور ہیں۔''

اسی طرح حافظ ابن کثیر مسجد نبوی کی بنیاد کے ضمن میں حدیث '' تـقـتـلـك الـفـئة البـــاغية '' کہ اے عمار! تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا' کی مناسبت سے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث بھی نبی کریم ﷺ کی حقانیت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔ حضرت عمارؓ کو اہل شام نے قتل کیا اور وہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔

" ولا يلزم من تسمية أصحاب معاوية بغاة تكفيرهم كما يـحـاوله جهلة الفرقة الضالة من الشيعة وغيرهم لانهم و إن كانوا بغاة في نفس الامر فانهم كانوا مجتهدين فيما تعاطوه من القتال وليس كل مجتهد مصيباً بل المصيب له اجران والمخطئ له أجر" (البدایہ ص 218ج3)

''اور اصحاب معاویہ کو باغی کہنے سے ان کی تکفیر لازم نہیں آتی جیسا کہ شیعہ کا گمراہ فرقہ وغیرہ یہ کہنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ گو نفس الامر میں باغی تھے مگر قتال کی کوشش میں وہ مجتہد تھے۔ اور ہر مجتہد مصیب نہیں ہوتا۔ بلکہ مصیب کو دو اجر ملتے ہیں اور مخطی کو ایک اجر۔''

اس سے حافظ ابن کثیر اور اہل سنت کے موقف میں کوئی ابہام نہیں رہتا کہ حضرت معاویہؓ ''باغی'' تھے، معاذ اللہ فاسق و فاجر نہ تھے، بلکہ عنداللہ ماجور تھے۔ جن سے بالآخر حضرت حسنؓ نے اپنی خلافت و امارت چھوڑ کر حضرت معاویہؓ سے مصالحت کر لی۔ اور اس مصالحت کی تحسین و تصویب آنحضرت ﷺ نے فرمائی۔ چنانچہ حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ کے بارے میں فرمایا:

''ابنی هذا سيد ولعل الله أن يصلح به بين فئتين من المسلمين۔'' (بخاری ص 530 ج 1 وغیرہ)

''میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں کے مابین صلح کرائے گا۔''

چنانچہ یوں ہی ہوا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے چھ ماہ بعد 41ھ میں حضرت معاویہؓ اور حضرت حسنؓ کے مابین صلح ہوئی۔ اس سال کا نام ''عام الجماعۃ'' رکھا گیا، اور یوں آنحضرت ﷺ کی یہ پیش گوئی سچی ثابت ہوئی۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل شام کے بارے میں ''باغی'' ہونے کا قول واقعاتی نقطہ نظر میں اور حضرت علیؓ کی مخالفت کے تناظر میں ہے۔ کفر و اسلام سے اس کا قطعاً کوئی تعلق نہیں اور یہ ایسی حقیقت ہے جس کا اظہار حضرت علیؓ نے بھی کیا بلکہ اس کو لکھ کر مختلف شہروں میں بھجوایا کہ:

''والظاهر ان ربنا واحد و دعوتنا فى الاسلام واحدة ولا نستزيدهم فى الايمان بالله والتصديق برسوله ولا يستزيدوننا، والامر واحد الا ما اختلفنا فيه من دم عثمان و نحن منه براء... الخ

(نهج البلاغة ص 114 ج 3 و مع ابن ابی الحدید ص 161 ج 4)

اور ظاہر بات ہے کہ ہم سب کا رب ایک ہے اور ہماری دعوت اسلام ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اللہ کے رسول کی تصدیق میں نہ ہم ان سے بڑھے ہوئے ہیں اور نہ وہ ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ہمارا (دینی) معاملہ ایک ہے۔ صرف ہمارا اختلاف حضرت عثمان

کے خون کے بارے میں ہے اور ہم اس سے بری ہیں۔''
بلکہ خود جمل وصفین کے بارے میں بالآخر حضرت علیؓ کی جو رائے تھی اس کی تفصیل آئندہ اپنے مقام پر آ رہی ہے۔ ان تمام حقائق کے برعکس ''باغی'' ہونے سے کفر و اسلام یا فسق و فجور کا مسئلہ بنالینا بہر نوع غلط ہے اور صحابہ کرامؓ سے عداوت کا نتیجہ ہے۔

امام ابن اثیرؒ کی وضاحت

امام مجد الدین المبارک بن محمد ابن اثیر الجوزی 606ھ اپنی معروف کتاب ''جامع الاصول'' کے مقدمہ میں مختلف مباحث کے ضمن میں ''الفرع الثالث فی بیان طبقات المجروحین'' کے تحت صحابہ کرامؓ کی عدالت کے خلاف معتزلہ اور قدریہ وغیرہ بدعی فرقوں کے موقف کہ حضرت عائشہؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، معاویہؓ وغیرہ حضرت علیؓ کے خلاف اقدام کرنے والے فاسق ہیں۔ بعض نے انہی میں حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو بھی شامل کیا — کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وکل هذا جرأة علی السلف تخالف السنة، فان ما جری بینهم کان مبنیاً علی الاجتهاد، وکل مجتهد مصیب، والمصیب واحد مثاب والمخطئ معذور لا ترد شهادته -

(جامع الاصول ص 133ج 1)

یہ سب سلف پر جرأت ہے اور اہل سنت کے خلاف ہے۔ صحابہؓ کے مابین جو کچھ ہوا وہ سب اجتہاد کی بنیاد پر تھا اور ہر مجتہد مصیب ہے۔ (یعنی مصیب ہونے کی کوشش کرتا ہے) اور مصیب ایک ہوتا ہے جسے ثواب ملتا ہے۔ اور مجتہد مخطی معذور ہے اس کی شہادت مردود نہیں ہوتی۔

نتیجہ بالکل واضح ہے کہ حضرت علیؓ کے مقابلے میں قتال کرنے والوں کو فاسق

قرار دینا اہل سنت کا نہیں بلکہ بدعی فرقوں کا موقف ہے۔

علامہ ابن ابی العزؒ کا موقف

شارح العقیدۃ الطحاویہ علامہ صدر الدین محمدؒ بن علاء الدین علی بن محمد ابن ابی العز الدمشقیؒ المتوفی 792ھ حضرت علیؓ کے احوال میں لکھتے ہیں:

"ونقول فی الجمیع بالحسنی ربنا اغفرلنا ولإخواننا الذین سبقونا بالإیمان ولاتجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنا انك رءوف رحیم ، والفتن التی كانت فی أیامه قد صان الله عنها أیدینا فنسأل الله أن یصون عنها السنتنا بمنه وكرمه" (شرح العقیدة ص 484)

ہم سب صحابہ ؓ کے بارے میں اچھی بات ہی کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہماری کو اور ہم سے پہلے ایمان لانے والوں کی بخشش فرما اور ایمانداروں کے بارے میں ہمارے دل میں کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بے شک آپ بڑے شفیق اور نہایت رحم کرنے والے ہیں۔ اور وہ فتنے جو حضرت علیؓ کے ایام خلافت میں ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان سے محفوظ رکھا ہے ہم دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے ہماری زبانوں کو بھی ان کے بارے میں محفوظ رکھے۔

حافظ ذہبیؒ کا فرمان

مؤرخ اسلام حافظ ابوعبداللہ محمدؒ بن احمد بن عثمان الذہبی المتوفی 748ھ اسی موضوع پر اہل السنۃ کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وكان الناس فی الصدر الأول بعد وقعة صفین علی اقسام، أهل سنة وهم أولوا العلم وهم محبون للصحابة كافون عن الخوض فیما شجر بینهم كسعد وا بن عمر و محمد بن مسلمة وامم." (سیر اعلام النبلاء ج 5ص 374)

''واقعہ صفین کے بعد لوگ مختلف دھڑوں میں تقسیم ہو گئے ایک جماعت اہل سنت کی تھی، وہ اہل علم ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے درمیان ہونے والے اختلافات سے گریز کرتے ہیں جیسے حضرت سعد، عبداللہ بن عمر، محمد بن مسلمہ اور ایک امت ہے۔'' اس کے بعد انہوں نے رافضیوں اور ناصبیوں کے نظریات کو بیان کیا ہے۔ جس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں، حضرت معاویہؓ بن حُدیج حضرت علیؓ سے اختلاف رکھتے اور ان کے حق میں نازیبا کلام کرتے، حافظ ذہبی اسی ضمن میں لکھتے ہیں:

قد كان بين الطائفتين من أهل الصفين ما هو أبلغ من السب، السيف فإن صح شيء، فسبيلنا الكف والاستغفار للصحابة ولا نحب ما شجر بينهم ونعوذ بالله منه ونتولى أمير المؤمنين علياً. (السير ج 3ص 39)

''اہل صفین میں فریقین کے مابین سب سے بڑھ کر سیف وسنان کی نوبت آئی اگر اس کے متعلق کوئی بات صحیح ثابت ہو تو ہمارا راستہ خاموشی اور صحابہؓ کے لئے بخشش طلب کرنا ہے جو ان کے مابین جھگڑا رونما ہوا ہم اسے پسند نہیں کرتے اللہ کی اس سے پناہ لیتے ہیں اور امیر المومنین حضرت علیؓ سے محبت کرتے ہیں۔'' گویا فریقین میں سے کسی نے اگر زبان سے اپنے مدمقابل کو برا کہا تو یہ ان کا باہمی آپس کا معاملہ ہے، ان کے مابین تو زبان سے بڑھ کر سیف وسنان کا معاملہ ہوا۔ مگر ہمیں بہرنوع خاموش رہنا ہے اور سب کے لئے دعائے مغفرت ہی کرنا ہے۔

علامہ سبکیؒ کی وضاحت

علامہ تاج الدین عبدالوہابؒ بن علی السبکی المتوفی 771ھ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت پر بحث کے دوران مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

''ہم ان کے آپس کے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان لوگوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جو ان میں طعن و تشنیع کرتے ہیں، ہمارا عقیدہ ہے کہ ان میں طعن کرنے والا گمراہ اور خسران مبین کا مرتکب ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا

یہ بھی اعتقاد ہے کہ حضرت عثمانؓ امام حق تھے اور وہ مظلوم شہید ہوئے اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو بالفعل ان کے قتل کرنے سے محفوظ رکھا۔ 1 ان کو شہید کرنے والا متعنت شیطان تھا کسی صحابیؓ سے آپ کے قتل پر رضامندی ثابت نہیں، بلکہ سب صحابہ سے اس بارے میں انکار ثابت ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مسئلہ اجتہادی تھا، حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ تاخیر میں مصلحت ہے، اور حضرت عائشہؓ کی رائے تھی کہ قصاص جلد لینے میں مصلحت ہے۔ ہر ایک نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا، اور ان شاء اللہ ان میں ہر ایک اجر کا مستحق ہوگا، حضرت عثمانؓ کے بعد امام حق حضرت علیؓ تھے اور حضرت معاویہؓ اور ان کے رفقاء تاویل کرتے تھے۔ اور ان میں سے وہ صحابہ بھی تھے جو معاملہ مشتبہ ہونے کی وجہ سے فریقین سے علیحدہ رہے اور کسی ایک فریق کے ساتھ ملنے سے رک گئے ہر ایک نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا وہ سبھی عادل تھے اور دین کو نقل کرنے والے اور دین پر عمل کرنے والے تھے انہی کی تلوار

---

1 علامہ سبکیؒ کے الفاظ یہاں: ''من مباشرة قتله'' ہیں کہ بالفعل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان کے قتل میں شریک نہ تھے۔ یہ رائے نسبتاً اس رائے سے زیادہ حقیقت پسندانہ ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف اقدام کرنے والوں میں کوئی بھی صحابی نہ تھا، سبائیوں کی فتنہ پردازی اور ان کے پروپیگنڈہ سے بعض صحابہ کرام بھی متاثر ہو گئے تھے اور انھوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف سبائی اقدام میں حصہ بھی لیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف رأس المنافقین عبداللہ بن ابی کی ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی سے بعض مخلص صحابہ کرامؓ بھی متاثر ہو گئے تھے، انہی میں ایک عبدالرحمٰن بن عدیس بھی تھے جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے، جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: **لا یدخل النار من اصحاب الشجرة احد الذین بایعوا تحتها**" کہ جنھوں درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی بھی آگ میں نہیں جائے گا۔ (صحیح مسلم، الصحیحۃ رقم: 2160)۔ آنحضرت ﷺ کے اس صحیح فرمان کے بعد ہمارا تو یہی عقیدہ وایمان ہے کہ وہ اور دیگر بعض صحابہ جو حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ وفساد میں شریک ہوئے، اسباب مغفرت میں سے کسی سبب کی بنا پر یقیناً مغفور ہیں اور عنداللہ قابل مواخذہ نہیں۔ حضرت ابنؓ عدیس اسی فتنہ سے متاثر ہوئے، مگر کسی صحیح روایت میں مباشرۃً حضرت عثمانؓ کے قتل میں ان کی شراکت ثابت نہیں، اسی طرح عمروؓ بن الحمق کا قتل میں شراکت کا جو ذکر ہے وہ الواقدی سے مروی ہے۔ (طبقات ابن سعد ص 73 ج 3) اور واقدی محدثین کرام کے ہاں اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔

سے دین غالب ہوا اور انہی کی زبانوں سے دین پھیلا، اگر ہم ان آیات کی تلاوت کریں اور ان احادیث کو بیان کریں جو ان کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں تو بات لمبی ہو جائے گی، یہ چند کلمات ایسے ہیں کہ جو ان کے خلاف عقیدہ رکھے گا وہ گمراہی اور بدعت میں مبتلا ہوگا دیندار کو چاہیئے کہ اس کو گرہ لگالے اور جو صحابہؓ کے مابین وقائع رونما ہوئے ان سے زبان کو روک لے۔ یہ وہ خون ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک صاف رکھا ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ اپنی زبانوں کو اس سے آلودہ نہ کریں۔"

(بحوالہ تحریر الاصول مع شرح تقریر الاصول ج2 ص260-261)

صحابہ کرامؓ کے بارے میں اہل سنت کے جس عقیدہ کی نشاندہی علامہ السبکیؒ نے کی ہے، اس کی وضاحت پہلے بھی ائمہ کرام کے حوالہ سے گزر چکی ہے البتہ علامہ نوویؒ کی طرح جو انہوں نے فرمایا کہ ان محاربات میں ایک تیسرا فریق بھی تھا جو معاملہ مشتبہ ہونے کی وجہ سے علیحدہ رہا، محل نظر ہے، یہی فریق اکثریت میں تھا اور ان کی علیحدگی فتنہ سے بچنے کے لئے تھی جیسا کہ پہلے باحوالہ گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ الآمدیؒ کا فرمان

علامہ سیف الدین ابو الحسن علیؒ بن أبی علی محمد الآمدی المتوفی: 631ھ اپنی معروف کتاب "الاحکام فی اصول الاحکام" میں صحابہ کرامؓ کی عدالت پر بحث کرنے اور مبتدعین کے افکار کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وعندذلك فالوا جب أن يحمل كل ماجرى بينهم من الفتن على أحسن حال وان كان ذلك انما مما أدى اليه اجتهاد كل فريق من اعتقاده أن الواجب ما صار اليه، أنه أوفق للدين وأصلح للمسلمين"

(الأحكام ج 2 ص 129،130)

"اس لئے واجب ہے کہ صحابہ کے مابین جو فتنہ رونما ہوا اسے اچھے محمل پر محمول کیا جائے اور یہ اگرچہ اجتہاد کی بنا پر ہر فریق کے اعتقاد کے مطابق ہوا کہ واجب وہی ہے جو

اس نے اختیار کیا ہے، یہی رائے دین کے زیادہ موافق اور مسلمانوں کے لئے زیادہ بہتر ہے۔'' گویا اس کے برعکس صحابہ کرامؓ کے بارے میں لب کشائی کرنا اور انہیں مورد الزام ٹھہرانا نہ دین کی کوئی خدمت ہے اور نہ ہی اس میں مسلمانوں کی بھلائی کا کوئی پہلو ہے۔ اس لئے بعض حضرات کا اپنی سادہ لوحی یا بے خبری میں ان واقعات پر کان دھرنا اور بعض مدعیان علم وفہم کا بڑی چابکدستی سے ان کو بیان کرنا اور یہ سمجھنا کہ ہم بھی خدمت دین میں مصروف ہیں۔ بدترین دھوکا ہے۔ **یخادعون اللہ والذین اٰمنوا ومایخدعون إلا أنفسهم ۔**

حافظ ابن حجرؒ کا فرمان

حافظ الدنیا امام ابو الفضل احمدؒ بن علی بن محمد ابن حجر العسقلانی المتوفی 852ھ "**الإصابة في تمييز الصحابة**" میں فرماتے ہیں۔

والظن بالصحابة فی تلك الحروب أنهم كانوا فيها متأولين وللمجتهد المخطئ أجر وإذا ثبت هذا فی حق آحاد الناس فثبوته للصحابة بالطريق الاولی۔"

(الإصابة ج 7ص 148)

''ان لڑائیوں میں صحابہ کرامؓ کے بارے میں گمان یہی ہے کہ وہ ان میں تأویل کرنے والے تھے۔ مجتہد اگر اجتہاد میں خطا کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ جب یہ حکم کسی ایک مجتہد کے لئے ثابت ہے تو صحابہ کرامؓ کے حق میں یہ حکم بالاولی ثابت ہوا۔'' اس لئے اگر کسی صحابیؓ سے اجتہاداً خطا ہوئی تو وہ پھر بھی مستحق اجر ہے نہ کہ مستوجب مؤاخذہ۔ حافظ ابن حزمؒ وغیرہ کے کلام میں اس کی مزید تفصیل گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ اسی بحث کے ضمن میں ایک مقام پر رقمطراز ہیں۔

واتفق أهل السنة علی وجوب منع الطعن علی أحد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك ولوعرف المحق منهم لأنهم لم يقاتلوا فی تلك الحروب الاعن اجتهاد وقدعفا الله

تعالیٰ عن المخطئ فی الاجتھاد، بل ثبت أنه یؤجر أجرا واحداً وان المصیب یؤجر أجرین"

(فتح الباری ص 34ج 13)

''اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہؓ کے مابین واقع ہونے والے حوادث کی بنا پر ان میں کسی ایک صحابی پر طعن و تشنیع سے اجتناب واجب ہے، اگر چہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان کا موقف باطل پر تھا کیونکہ انہوں نے ان لڑائیوں میں صرف اپنے اجتہاد کی بنا پر حصہ لیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجتہد مخطی کو معاف فرمادیا ہے بلکہ یہ ثابت ہے کہ اس کے اجتہاد میں خطا ہو جائے تب بھی اسے ایک گنا اجر ملے گا اور جس کا اجتہاد درست ہوگا اسے دو گنا اجر ملے گا۔''

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

وذھب جمھور أھل السنة الی تصویب من قاتل مع علی لامتثال قوله تعالیٰ و ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الآیة ففیھا الأمر بقتال الفئة الباغیة، وقد ثبت أن من قاتل علیاً کانوا بغاة ، و ھؤلاء مع ھذا التصویب متفقون علی انه لا یذم واحد من ھؤلاء بل یقولون اجتھدوا فاخطئوا .. ألخ۔(فتح الباری ص 67ج 13)

''جمہور اہل سنت اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان و ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا میں جو باغی جماعت سے قتال کا حکم ہے اس کے مطابق حضرت علیؓ کے ہمنوا حق پر تھے اور جنھوں نے ان سے لڑائی کی وہ باغی تھے۔ اس کے باوجود جمہور اس پر متفق ہیں کہ ان میں سے کسی کی مذمت نہ کی جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ انھوں نے اجتہاد کیا مگر اس میں خطا کے مرتکب ہوئے۔''

حافظ ابن حجرؒ بھی اہل سنت کا مسلک یہی بیان فرمارہے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے باہمی معاملات میں حضرت علیؓ کا موقف حق تھا مگر اس کا یہ تقاضا نہیں کہ ان کے مقابلے میں

دوسرے صحابہ کرامؓ کے بارے میں طعن وملامت کی جائے، بلکہ انھیں مجتہد مخطئ کے حکم میں ماجور ومعذور سمجھا جائے۔

حافظ سخاویؒ کا فرمان

علامہ ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن السخاوی المتوفی 902ھ نے عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم پر بحث کے دوران میں لکھا ہے کہ علامہ المازری نے ''شرح البرہان'' میں کہا ہے کہ ہم جو یہ کہتے ہیں کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں تو اس سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہیں آپ ﷺ کی طویل ملازمت ومصاحبت حاصل ہے اور جنہوں نے مشکلات میں آپکے ساتھ مل کر جہاد کیا اور آپ کا دفاع کیا۔ لیکن علامہ المازریؒ کے علاوہ کسی نے یہ بات نہیں کی۔ علامہ العلائیؒ فرماتے ہیں کہ یہ موقف غریب ہے کہ اگر یہی موقف اختیار کیا جائے تو حضرت وائلؓ بن حجر، مالکؓ بن الحویرث، عثمانؓ بن ابی العاص وغیرہ جو وفد کی صورت میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور تھوڑی مدت ٹھہر کر واپس چلے گئے۔ یا جن سے ایک دو روایات ہی منقول ہیں سب کی عدالت ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اس پر مزید تبصرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وبالجملة فما قاله المازري منتقد بل كل ماعدا المذهب الأول القائل بالتعميم باطل والأول هو الصحيح بل الصواب المعتبر، وعليه الجمهور كما قال الآمدي وابن الحاجب يعني من السلف والخلف، زاد الآمدي وهوالمختار، وحكى ابن عبدالبر في الاستيعاب إجماع أهل الحق من المسلمين، وهم أهل السنة والجماعة. عليه، سواء من لم يلابس الفتن منهم أو لابسها إحسانا للظن بهم، وحملاً لهم في ذٰلك على الاجتهاد، فتلك أمور مبناها عليه وكل مجتهد مصيب أوالمصيب واحد والمخطئ معذور بل مأجور، الخ (فتح المغيث ص 100ج 4)

''خلاصہ کلام یہ کہ المازریؒ نے جو کہا، اس پر تنقید کی گئی ہے بلکہ پہلے مذہب کے علاوہ

جو بھی موقف ہے وہ باطل ہے پہلا مذہب ہی صحیح اور معتبر ہے کہ سب صحابہؓ عادل ہیں۔ یہی جمہور سلف وخلف کا قول ہے جیسا کہ علامہ الآمدیؒ اور ابن الحاجبؒ نے کہا ہے بلکہ آمدیؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہی مختار قول ہے اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں اس پر اہل حق یعنی اہل سنت والجماعہ کا اجماع نقل کیا ہے کہ سب صحابہ عادل ہیں خواہ وہ فتنہ میں مبتلا ہوئے یا نہیں ہوئے، ان کے ساتھ حسن ظن کا یہی تقاضا ہے اور ان کے یہ معاملات اجتہاد کی بنا پر تھے، اس کی بنیاد اسی اصول پر ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہے یا یہ کہ مصیب تو ایک ہے اور مجتہد خطا کرنے والا معذور بلکہ اجر کا مستحق ہے۔" بلکہ اس سے قبل انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "**وبالجملة فترك الخوض في هذا ونحوه متعين**" "کہ ان کے باہم کے معاملات میں بحث وتمحیص کو ختم کرنا ہی متعین ہے۔" اسی طرح "آداب المحدث" کے تحت خطیب بغدادیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کے باہمی مشاجرات سے اجتناب کرنا چاہئے اور حوادثات کو ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ (فتح المغیث ص 269 ج 3) اس کے علاوہ اپنی ایک اور مشہور تصنیف "الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ" ص 64 میں بھی فرمایا ہے کہ "**أمرنا به من الإمساك عما كان بينهم**" کہ ان کے آپس کے معاملات میں ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

علامہ ابن الہمامؒ کا فرمان

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الہمام المتوفی 861ھ شرح مسامرہ میں فرماتے:

> **واعتقاد أهل السنة تزكية جميع الصحابة رضي الله عنهم وجوباً باثبات الله انه لكل منهم، والكف عن الطعن فيهم، والثناء عليهم كما أثنى الله سبحانه وتعالىٰ ...... وأثنى عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... وما جرى بين معاوية وعلي من الحروب كان مبنياً على الاجتهاد لامنازعة في الإمامة".**

(المسامرة بشرح المسایرۃ ص 132 ج6، دیوبند ص 314)

اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ تمام صحابہ کرامؓ کو لازمی طور پر پاک صاف مانتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا تزکیہ فرمایا ہے اور ان کے بارے میں طعن و تشنیع نہیں کرتے اور ان سب کی مدح وثناء بیان کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے۔ (پھر اس بارے میں چند آیات ذکر کی ہیں) اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کی تعریف فرمائی ہے (پھر چند احادیث نقل کر کے لکھتے ہیں) اور حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں اجتہاد پر مبنی تھیں وہ امامت وخلافت کے جھگڑے کی بنا پر نہ تھیں۔

علامہ ابن العربیؒ کا فیصلہ

قاضی ابو بکر محمدؒ بن عبداللہ بن محمد ابن العربی المتوفی 542ھ ''احکام القرآن'' میں حضرات صحابہ کرام کی باہم لڑائیوں کے اسباب وعلل پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سب نے اپنے اجتہاد کی بنا پر اختلاف کیا اور

"کان کل واحد منهما یثنی علی صاحبه ویشهد له بالجنة ویذکر مناقبه ولوکان الأمر علی خلاف هذا لتبرأ کل واحد من صاحبه فلم یکن یقاتل القوم علی دنیا ولا بغیاً بینهم فی العقائد إنما کان اختلافاً فی اجتهاد فلذلك کان جمیعهم فی الجنة" (أحکام القرآن ص 224ج 2)

''ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرتا اور اس کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا تھا اور ان کے مناقب کو بیان کرتا تھا، اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا تو ہر ایک دوسرے سے براءت کا اظہار کرتا، ان کی لڑائی دنیوی غرض اور عقائد وافکار میں تفریق کی بنا پر نہ تھی بلکہ ان کا اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اس لئے وہ سب جنتی ہیں۔''

اسی طرح موصوف اپنی ایک اور معرکۃ الآراء تصنیف میں لکھتے ہیں:

''ان میں ہر ایک بہت بڑا مجتہد تھا اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ درست کیا اور اس میں ان کو اجر ملے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا جو نافذ ہوا اور اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فیصلہ کر چکے، سو

تم ان امور کو تقدیر کے مطابق ہی سوچو اور ان کے متعلق وہی روش اختیار کرو جو ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ نے کی تھی۔ اور ان بیوقوف لوگوں سے نہ ہو جاؤ جنھوں نے اپنی زبانیں اور قلمیں ایسی بحث میں آزاد چھوڑ رکھی ہیں، جس میں کوئی فائدہ نہیں۔ اور نہ یہ دنیا میں مفید ہے نہ آخرت میں۔ اور برگزیدہ اماموں اور شہروں کے فقہاء کو دیکھو انہوں نے ایسی خرافات اور ایسی حماقتوں کی طرف توجہ دی ہے؟ بلکہ انہوں نے معلوم کر لیا ہے کہ یہ صرف جاہلیت کی عصبیت اور باطل کی حمایت ہے اور سوائے تفرقہ اندازی اور بے اتفاقی اور پیروی خواہشات کے اس کا اور کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور جو ہو چکا سو ہو چکا۔ اور اخباری لوگوں نے جو کہنا تھا وہ کہا، سو یا تو خاموش رہو یا پھر اہل علم کی اقتداء کرو اور مؤرخین اور ادباء کی یاوہ گوئی کو چھوڑ و اللہ ہم پر اور تم پر بھی اپنی رحمتیں مکمل فرمائے۔ (العواصم من القواصم مترجم ص 372' 373)

علامہ ابن العربیؒ نے "العواصم" میں اس بحث کے دوران میں حضرت عثمانؓ ' حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت معاویہؓ کے موقف کی وضاحت کی ہے اور ان پر وارد شدہ اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ اس ضمن میں ان سے کچھ فروگزاشتیں بھی ہوئیں، مگر مشاجرات کے سلسلے میں ان کا یہ موقف بالکل اہل سنت کے مطابق ہے جیسا کہ متعدد ائمہ کرام کے اقوال سے آپ پڑھ آئے ہیں کہ ان اختلافات سے سکوت ہی بہتر ہے۔ ان کو برسر منبر و محراب بیان کرنا' امت کے مابین تفرقہ بازی کا باعث اور صحابہ کرام کے بارے میں بدگمانی پھیلانے کے مترادف ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ کا بیان

علامہ احمدؒ بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی المکی المتوفی 974ھ اپنی مشہور کتاب "الصواعق المحرقة فی الرد علی اهل البدع والزندقة" میں مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ و مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اعلم ان الذی أجمع علیه أهل السنة والجماعة أنه یجب علی کل مسلم تزکیة جمیع الصحابة بإثبات العدالة

لهم، والكف عن الطعن فيهم والثناء عليهم"

(الصواعق ص 208)

خوب جان لو کہ اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کو عادل قرار دے اور ان میں طعن و تشنیع کرنے سے اجتناب کرے اور ان کی تعریف و ثناء بیان کرے اس کے بعد انہوں نے قرآن مجید' احادیث نبویہ اور اقوال سلف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت بیان کی اور مزید کہا کہ:

"ومما يوجب أيضاً الإمساك عما شجر أى وقع بينهم من الاختلاف والاضطراب صفحاً عن أخبار المؤرخين سيماً جهلة الروافض وضلال الشيعة والمبتدعين القادحين فى أحد منه" (أيضا ص 216)

''اور یہ بھی واجب ہے کہ مؤرخین بالخصوص جاہل رافضیوں اور گمراہ شیعوں کی ان اخبار سے اعراض کرتے ہوئے جن سے کسی ایک صحابیؓ کی بھی تنقیص ہوتی ہو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان رونما ہونے والے اختلافات سے خاموشی اختیار کی جائے'' بلکہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں ان واقعات کا کسی کتاب میں درج ہونا کافی نہیں بلکہ دیکھنا چاہئے کہ وہ صحیح بھی ہیں یا نہیں۔ اگر کوئی قابل اعتراض بات ثابت ہو تو ضروری ہے کہ اس کی کوئی اچھی تاویل کی جائے اور اس کا کوئی صحیح مخرج تلاش کیا جائے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان کے یہی مطابق ہے۔ اسی طرح انہوں نے حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے محاربہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ کا موقف درست تھا اور وہ دوہرے اجر کے مستحق ہیں جبکہ حضرت معاویہؓ سے اس بارے اجتہادی خطا ہوئی تاہم وہ ایک گنا اجر کے مستحق ہیں۔ (ایضاً ص 217) اور یہی کچھ انہوں نے ذرا تفصیل سے **"تطهير الجنان واللسان عن الخطور والتفوه بثلب سيدنا معاوية بن ابى سفيان"** (ص 31،32،15) میں فرمایا ہے بلکہ **''الزواجر عن اقتراف الكبائر''** میں فرماتے ہیں:

قال العلماء إذا ذكر الصحابة بسوء كإضافة عيب إليهم وجب الامساك عن الخوض في ذلك بل وجب إنكاره باليد ثم اللسان ثم القلب على حسب الاستطاعة كسائر المنكرات بل هذا من أشرها و أقبحها (الزواجر ص 380،381ج 2)

علماء نے کہا کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو برے طور پر ذکر کیا جائے جیسے ان کی طرف کسی عیب کی نسبت کی جائے تو اس میں مشغول ہونے سے اجتناب واجب ہے اور حسب استطاعت دوسری منکرات کی طرح اس منکر کو روکنے لیے بھی ہاتھ یا زبان یا دل سے کوشش کی جائے بلکہ یہ منکر تو تمام منکرات سے شر انگیز اور انتہائی قبیح ہے۔"

حضرت معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن عاص پر اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں، جو بھی دقت نظر سے دیکھے گا وہ جان لے گا کہ ان سے یہ واقعات بڑی بحث اور غور و فکر کے بعد صادر ہوئے ہیں، اس لیے سلف و خلف میں ائمہ مسلمین نے ان حروب میں انہیں معذور قرار دیا ہے۔ کیونکہ حضرت علیؓ اور ان کے رفقاء نے بھی انہیں معذور سمجھا ہے، لہٰذا کسی مسلمان کے لیے ان دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک پر اعتراض کی گنجائش نہیں، بلکہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ امام حق حضرت علیؓ تھے ان سے لڑنے والے باغی تھے اور فریقین معذور و ماجور تھے اور جو بھی اس میں کسی قسم کے شک کا مرتکب ہے وہ گمراہ اور جاہل ہے یا معاند ہے اور وہ قابل التفات نہیں۔ (تطہیر الجنان 38)

علامہ شعرانیؒ کا فرمان

علامہ ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد الانصاری الشعرانیؒ نے اپنی معروف کتاب "الیواقیت والجواہر" میں چوالیسویں بحث مستقل طور پر مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں قائم کی ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"چوالیسویں مبحث اس بارے میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مابین ہونے والے اختلافات سے خاموشی اختیار کرنا واجب ہے۔ اور ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ سب ماجور ہیں۔ کیونکہ یا وہ باتفاق اہل سنت سب کے سب عادل ہیں۔ خواہ ان

میں سے کسی نے اختلافات اور فتن میں حصہ لیا ہے یا نہیں لیا، جیسے شہادت حضرت عثمانؓ کا فتنہ اور حضرت معاویہؓ کا اختلاف اور جنگ جمل کا قصہ، ان کے ساتھ حسن ظن رکھنے اور ان کے ان معاملات کو اجتہاد پر محمول کرنے کی بنا پر یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے، کیونکہ ان تمام امور کا مبنی اجتہاد ہے۔ اور (علی اختلاف القولین) ہر مجتہد راستی پر ہے یا ایک راستی پر ہے اور صاحب خطا معذور بلکہ مستحق اجر ہوتا ہے۔ اہل سیر جو کچھ نقل کرتے ہیں وہ قابل التفات نہیں کیونکہ وہ صحیح نہیں اور اگر بالفرض صحیح ہے تو اس کی صحیح تاویل کی جاسکتی ہے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے کتنی اچھی بات کہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو ان کے خونوں سے بچائے رکھا ہے تو ہم اپنی زبانوں کو ان سے کیوں رنگیں۔ دین کے حاملین پر طعن و تشنیع کرنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے، جس نے صحابہ کرامؓ میں طعن کیا گویا اس نے اپنے دین میں طعن کیا۔ اس لئے طعن کا دروازہ کلیۃً بند ہونا چاہئے، بالخصوص حضرت معاویہؓ ' عمروؓ بن العاص اور ان جیسے دوسرے حضرات کے معاملہ میں بحث سے گریز کرنا چاہئے۔ الخ

(الیواقیت ص226ج2)

علامہ شعرانیؒ کا بھی وہی موقف ہے جو اہل سنت کا موقف ہے کہ مشاجرات صحابہؓ اور ان کی باہمی رنجشوں سے کف لسان واجب ہے اور اسی حوالے سے ان میں طعن و ملامت کرنا خود اپنے دین میں طعن کرنے کے مترادف ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

علامہ محبّ اللہؒ کا فرمان

علامہ محبّ اللہ بن عبدالشکور البہاری المتوفی 1119ھ کی مسلم الثبوت اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے جو ایک متن کی حیثیت رکھتی ہے اور مدارس عربیہ کے نصاب میں ایک عرصہ سے شامل ہے۔ اس کتاب میں علامہ موصوف صحابہ کرامؓ کی عدالت پر بحث کے دوران میں لکھتے ہیں۔

"وأما الدخول في الفتن فبالاجتهاد والعمل به واجب اتفاقاً ولاتفسيق بواجب"

(مسلّم مع شرح فواتح الرحموت ص 158ج 2)

''کہ رہی یہ بات کہ جو صحابہؓ باہمی لڑائیوں کے فتنہ میں مبتلا رہے تو ان کا یہ اقدام بطور اجتہاد تھا اور اجتہاد پر عمل واجب ہے، اور واجب پر عمل فسق و فجور کا باعث نہیں۔'' اس لئے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت پر کوئی حرف نہیں آتا، علامہ موصوف نے اپنے مخصوص اسلوب میں اور اصول فقہ کی زبان میں اس اشکال کا جو جواب دیا بلا ریب لاجواب ہے، مگر جن طبائع میں صحابہ کرامؓ کے بارے میں بغض و عناد ہے وہ کسی دلیل سے مطمئن نہیں ہوتے۔ ان کے دل کا روگ حقیقت تسلیم کرنے سے مانع ہے وہ بلاشبہ اسی مرض میں مبتلا ہیں، جس مریض اور مرض کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **"في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضاً۔"** **اعاذالله منه ۔**

علامہ قرطبیؒ کا تبصرہ

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ المتوفی 671ھ نے اپنی مشہور تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' میں مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہل سنت کے موقف کی جو وضاحت فرمائی اور اس حوالے سے جو تبصرہ سورہ حجرات کی آیت کے تحت انہوں نے کیا وہ قابل مراجعت ہے۔ ہم اختصاراً اسے قارئین کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں:

''یہ جائز نہیں کہ کسی بھی صحابیؓ کی طرف قطعی اور یقینی طور پر غلطی منسوب کی جائے، اس لئے کہ ان سب حضرات نے اپنے طرز عمل میں اجتہاد سے کام لیا۔ اور ان سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی تھا۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے امام ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات کے بارے میں اپنی زبان کو بند رکھیں اور ہمیشہ ان کا ذکر بہترین طریقے پر کریں کیونکہ شرف صحبت بڑی حرمت کی چیز ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اور خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر رکھا ہے اور ان سے راضی ہے، اس کے علاوہ متعدد اسانید سے یہ حدیث ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہؓ کے بارے میں فرمایا کہ طلحہؓ روئے زمین پر چلنے والے شہید ہیں۔ لہٰذا اگر حضرت علیؓ کے خلاف حضرت طلحہؓ کا جنگ کے لئے نکلنا گناہ اور نافرمانی تھا تو اس جنگ میں مقتول ہو کر وہ ہرگز

شہادت کا رتبہ حاصل نہ کرتے۔ اسی طرح اگر حضرت طلحہؓ کا یہ عمل تاویل کی غلطی اور واجب کی ادائیگی میں کوتاہی شمار ہوتا تو بھی ان کو شہادت کا مقام حاصل نہ ہوتا۔ کیونکہ شہادت تو صرف اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں قتل ہوا ہو۔ لہٰذا ان حضرات کے باہمی معاملہ کو اسی عقیدہ پر محمول کرنا واجب ہے جسے ہم نے بیان کیا ہے اور اسی بات پر یہ دلیل بھی ہے جو صحیح اور مشہور ہے اور خود حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا "زبیر کا قاتل جہنمی ہے" نیز حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کی خبر دے دو" جب معاملہ یہ ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اس لڑائی کے سبب گنہگار نہیں تھے، اگر ایسا نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ حضرت طلحہؓ کو شہید نہ فرماتے اور حضرت زبیرؓ کے قاتل کو جہنمی قرار نہ دیتے۔ اسی طرح جو حضرات صحابہ کرامؓ ان جنگوں میں کنارہ کش رہے۔ انہیں بھی تاویل میں خطا کار نہیں کہا جا سکتا، بلکہ ان کا طرز عمل بھی اس اعتبار سے درست تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اجتہاد میں اسی رائے پر قائم رکھا۔ جب یہ حقیقت واقعی ہے تو اس وجہ سے ان حضرات پر لعن وطعن کرنا، ان سے برأت کا اظہار کرنا اور انہیں فاسق قرار دینا، اور ان کے فضائل اور جہاد اور ان کی عظیم دینی خدمت کو کالعدم قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ بعض علماء سے پوچھا گیا کہ کشت وخون کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو صحابہ کرامؓ کے باہمی مشاجرات میں ہوا تو انہوں نے جواباً یہ آیت پڑھی۔ "یہ ایک امت تھی جو گزر گئی اس کے اعمال اس کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں، اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔" بعض حضرات سے یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں کو اس میں رنگنے سے بچایا، اب میں اپنی زبان کو ان سے آلودہ نہیں کروں گا۔ ان کا مقصد یہی تھا کہ ان میں سے کسی ایک فریق کو کسی معاملے میں یقینی طور پر خطا کار ٹھہرانے کی غلطی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا۔۔۔ حضرت حسنؒ بصری سے صحابہ کرامؓ کی باہمی لڑائیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ یہ ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہؓ موجود اور ہم غائب۔ وہ سب حالات

سے باخبر تھے مگر ہم ان سے ناواقف' جس بات پر سب صحابہ کا اتفاق ہے ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملہ میں ان کے درمیان اختلاف ہے اس میں خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ حضرت محاسبیؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی وہی بات کہتے ہیں جو حضرت حسنؒ بصری نے فرمائی ہے، ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے جن چیزوں میں دخل دیا ان کے متعلق وہ ہم سے کہیں بہتر طریقے پر واقف تھے۔ لہذا ہمارا کام یہی ہے کہ جس پر وہ سب حضرات متفق ہوں اس کی پیروی کریں اور جس میں ان کا اختلاف ہو اس میں خاموشی اختیار کریں۔ اور اپنی طرف سے کوئی نئی رائے پیدا نہ کریں، ہمیں یقین ہے کہ ان سب نے اجتہاد سے کام لیا اور سب نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہی تھی۔ اس لئے کہ دین کے بارے میں وہ سب کسی شک وشبہ سے بالاتر ہیں'' (تفسیر قرطبی ص 322 ج 16)

حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے مابین رونما ہونے والے سانحہ کے بارے میں امام قرطبیؒ کا یہ تبصرہ بڑا فکر انگیز ہے، آنحضرت ﷺ نے تینوں کے بارے میں شہادت کی خبر دی، جیسا کہ صحیح مسلم ص 282 ج 2 وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اور یہ تینوں ان دس خوش نصیب حضرات میں سے ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے نام بنام جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ کے قاتل کو جہنمی قرار دیتے ہیں جیسا کہ السنۃ لابن اُبی عاصم ص 610 ج 2' حاکم ص 367 ج 3 وغیرہ میں ہے اور اس کا ذکر حافظ ذہبیؒ نے السیر ص 61 ج 1 اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ ص 250 ج 7 میں بھی کیا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرنا اور حضرت علیؓ سے اس بارے میں لڑنا اور بالآخر اس لڑائی میں شہید ہو جانا، یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ ان حضرات کا یہ اقدام کسی باطل کی پیروی میں نہ تھا۔ انہوں نے جو کچھ کیا پوری دیانتداری سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا۔ ان کا اختلاف اور حضرت علیؓ کے خلاف یہ اقدام کسی دنیوی غرض کے لئے نہ تھا بلکہ اجتہاد اور رائے کی بنا پر تھا، اسی لئے وہ اس راہ میں شہید قرار پائے۔ جنتی ہونے کی بشارت تو اس پر مستزاد ہے، ہمیں اس بارے میں زیادہ غور وخوض سے اجتناب کرنا چاہئے اور سب کے بارے میں حسن ظن رکھنا

چاہئے۔

مقتولین کا حکم

جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس فتنہ کا قائد تو جنتی ہے مگر اس کی پیروی کرنے والے جہنمی ہیں، مگر حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں: اس قول کی سند مرسل ہے اور اس کے متن میں نکارت پائی جاتی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں پناہ مانگتے ہیں کہ ہم حضرت زبیرؓ یا حضرت معاویہؓ کے رفقاء اور ہمنواؤں کو جہنمی قرار دیں۔ ہم ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور ان سب کے بارے میں بخشش و مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ (السیر ص 63 ج 1) اس لئے حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ یا حضرت معاویہؓ ہی نہیں ان مشاجرات و مقاتلات میں حصہ لینے والے سبھی حضرات کے بارے میں جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے فرمایا بخشش و مغفرت کی دعا ہی کرنا چاہئے۔ **ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان** کا بھی بہرنوع یہی تقاضا ہے اور یہی تمام سلف کا موقف ہے۔ اس کے برعکس حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جنگ صفین کی رات نکلے تو اہل شام کی طرف نظر اٹھا کر انہوں نے فرمایا: **اللھم اغفرلی ولھم** ۔ اے اللہ! مجھے اور انہیں معاف فرمادے۔ (ابن ابی شیبۃ ص 297 ج 15) صحیح سند سے یزید بن الاصم سے منقول ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ سے صفین کے مقتولین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا **"قتلانا وقتلاھم فی الجنۃ"** کہ ہمارے اور ان کے مقتولین جنتی ہیں (ابن ابی شیبہ ج 15 ص 303، مجمع الزوائد ج 9 ص 357، سنن سعید بن منصور ص 398 ج 2) حضرت علیؓ سے بسند صحیح منقول اس قول سے پہلے ضعیف قول کا بطلان بالکل واضح ہے۔ اسی طرح صحیح سند سے منقول ہے کہ عمرو بن شرحبیل ابو میسرہ جو کوفہ کے نہایت عابد و زاہد اور ثقہ بزرگ تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے افضل ترین تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا کا بیان ہے کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت میں ہوں وہاں میں نے خوبصورت مکان دیکھے۔ میں نے پوچھا یہ کن کے مکانات ہیں تو مجھے کہا گیا کہ ذی الکلاع اور حوشب کے ہیں۔ یہ دونوں وہ تھے جو جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے اور دوران جنگ قتل ہو گئے تھے ابو

میسرہ فرماتے ہیں میں نے کہا حضرت عمارؓ اور ان کے ساتھی کہاں ہیں تو انہوں نے جواب دیا وہ اس کے آگے جنت میں ہیں، میں نے کہا انہوں نے تو ایک دوسرے کو قتل کیا ہے تو مجھے جواب دیا گیا کہ "إنهم لقوا الله فوجدوه واسع المغفرة" انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تو اسے بڑا وسیع مغفرت والا پایا۔ (ابن ابی شیبہ ص 290 ج 15، سنن سعید بن منصور ص 393 ج 2 ابن سعد ص 264 ج 3، السنن الکبریٰ للبیہقی ج 8 ص 174، المعرفۃ والتاریخ ج 3 ص 314، السیر ص 428 ج 1) امام شعبیؒ فرماتے ہیں: "هم أهل الجنة لقي بعضهم بعضاً فلم يفر أحد من أحد" کہ وہ سب جنتی ہیں وہ ایک دوسرے سے لڑے ان میں سے کوئی بھی میدان چھوڑ کر نہیں بھاگا (البدایہ ص 278 ج 7) حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز فرماتے ہیں میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آپ کے پاس بیٹھے تھے میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ میں بیٹھا ہی تھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کو لایا گیا۔ ان دونوں کو ایک کمرے میں داخل کیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں دیکھ رہا تھا جلد ہی حضرت علیؓ باہر آئے وہ فرما رہے تھے رب کعبہ کی قسم میرے حق میں فیصلہ ہوا۔ پھر جلد ہی حضرت معاویہؓ باہر آئے اور وہ فرما رہے تھے رب کعبہ کی قسم مجھے معاف کر دیا گیا۔ (البدایہ ص 130 ج 8)۔

ان اقوال اور رؤیا صالحہ سے مشاجرات میں متبع ہونے والوں کے بارے میں سلف کے موقف کی وضاحت ہو جاتی ہے اور اس سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ ان کے یہ باہمی معاملات کفر و اسلام یا معروف معنوں میں حق و باطل کے معاملات نہ تھے۔ بلکہ حق اور احق یا راجح و مرجوح کا معاملہ تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ

بل كان في آخر الأمر يطلب مسالمة معاوية رضي الله عنه ومهادنته وأن يكف عنه كما كان يطلب معاوية ذلك اول الأمر فعلم أن ذلك القتال وإن كان واقعاً باجتهاد فليس هو من القتال الذي يكون محارب أصحابه محارباً لله

ورسوله" (منهاج السنة ص 234 ج 2)

''حضرت علیؓ آخر کار حضرت معاویہؓ سے مصالحت اور لڑائی سے بچنے کے طلب گار تھے۔ جیسا کہ حضرت معاویہؓ ابتداء ہی سے جنگ سے گریزاں تھے، اس سے معلوم ہوا کہ ان کے مابین لڑائی اگرچہ اجتہاد کی بنا پر ہوئی لیکن یہ اس نوعیت کی جنگ نہ تھی، جس میں حصہ لینے والے گویا اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں'' بلکہ حضرت علیؓ سے یہ بات بھی منقول ہے کہ وہ تو ان حروب میں علیحدہ رہنے والوں کے بارے فرمایا کرتے کہ یہ خوبی انہی کی ہے جس مقام پر عبداللہؓ بن عمر اور سعدؓ بن مالک کھڑے ہیں اگر وہ اچھا ہے تو اس کا بہت بڑا اجر ہے اور اگر یہ برا ہے تو اس کا نقصان بہت کم ہے۔'' (منہاج السنۃ ص 180 ج 3 وص 180 ج 4 'تاریخ اسلام للذہبی ص 553 ج 1) حضرت حسنؓ سے فرمایا کرتے کہ تمہارے باپ کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ معاملہ اس حد تک طویل ہو جائے گا، کاش تیرا باپ اس سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ (السنۃ لابن احمد ج 2 ص 555، 566، منہاج ص 180 ج 3) یہ بھی فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ معاملہ یہاں تک بڑھ جائے گا تو میں یہ اقدام نہ کرتا (ابن ابی شیبہ ج 15 ص 293) اس طرح یہ بھی فرمایا کاش مجھے میری ماں نہ جنتی اور کاش میں اس روز سے پہلے فوت ہو گیا ہوتا (التاریخ الکبیر للبخاری ج 6 ص 384) حضرت ابوموسیٰ کو حکم مقرر کرتے ہوئے فرمایا: "**خلصني منها ولو بعرق رقبتي**" کہ جائیے اس معاملے میں میری جان چھڑا دیجیے اگرچہ میری گردن کی رگ کٹ جائے، اور یہ بھی کہ اگرچہ میری گردن گر جائے۔ **و لو خر عنقي** (الآثار لابی یوسف ص 208، ابن ابی شیبة ص 293، ج 15) نیز یہ بھی کہ "**وعلي رضي الله عنه في آخر الأمر تبين له أن المصلحة في ترك القتال اعظم منها في فعله**" کہ حضرت علیؓ پر بالآخر یہ بات عیاں ہوگئی کہ لڑنے کی بجائے نہ لڑنے میں مصلحت زیادہ ہے۔ (منہاج ص 243 ج 2)، یہاں تک کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ معاویہؓ کی امارت کو ناپسند مت کرو اگر تم نے انہیں گنوا دیا تو تم سروں کو دھڑ سے جدا ہوتے ہوئے دیکھو گے۔

(منہاج ص 180 ج 3 وغیرہ)

حضرت علیؓ کے ان اقوال سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ ان حروب سے بالآخر پریشان تھے یہ کوئی حق و باطل کا معرکہ نہ تھا، ورنہ پریشانی چہ معنی دارد؟ یہی وجہ ہے کہ ان جنگوں میں مقتولین کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ فریقین اپنے اپنے مقتولین کو تلاش کرتے اور باہم مل کر ان کی تدفین کرتے (البدایہ ص 278 ج 7)، بلکہ حضرت علیؓ ان کی نماز جنازہ پڑھاتے اور فرماتے ہمارے بھائیوں نے ہم سے بغاوت کی اور تلوار نے ان کا معاملہ پاک صاف کر دیا۔ (منہاج ص 108 ج 4)، حضرت عمارؓ، حضرت علیؓ کی طرف داری میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ اسی بنا پر حدیث "**تقتلك الفئة الباغية**" کہ اے عمار! تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا کے پیش نظر بعض نے خواہ مخواہ اس کو حق و باطل کا معرکہ بنا دیا، مگر انہوں نے اس پر مطلقاً غور نہیں کیا کہ طائفہ باغیہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد کیا ہے؟ قرآن اس صورت میں طائفہ باغیہ سے آخر وقت تک قتال کا حکم دیتا ہے مگر حضرت علیؓ نے اس کی بجائے ثالثی نامہ کو قبول کیا، قتال کے بعد پریشانی کا اظہار فرمایا، اور ترک قتال کو ہی مستحسن قرار دیا۔ اس لئے اس حدیث کی بنیاد پر ان محاربات کو حق و باطل کا معرکہ قرار دینا بہرنوع غلط ہے اور عاقبت نااندیشی کا باعث ہے۔

حضرت علیؓ کی طرح حضرت معاویہؓ بھی اس صورتحال سے ناخوش تھے۔ حضرت علیؓ کے ساتھ ان کا اختلاف کسی ذاتی وجاہت یا عداوت پر مبنی نہ تھا۔ ابومسلمؒ خولانی نے جب حضرت معاویہؓ سے کہا کہ آپ حضرت علیؓ سے لڑتے ہیں کیا آپ ان سے افضل ہیں؟ تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا: **لا واللہ إني لأعلم أن عليا أفضل مني وإنه لأحق بالامر مني** " نہیں، اللہ کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ علیؓ مجھ سے افضل اور خلافت میں بھی زیادہ حقدار ہیں۔ (عقیدۃ السفارینی ص 328 ج 2) حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابو امامہ نے جب حضرت معاویہؓ سے کہا کہ آپ حضرت علیؓ سے کیوں لڑتے ہیں؟ وہ آپ سے اور آپ کے باپ سے پہلے مسلمان ہوئے، رسول اللہ ﷺ سے قرابت بھی انہیں آپ سے زیادہ ہے۔ اور وہ خلافت میں بھی آپ سے زیادہ حقدار ہیں تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا: میں حضرت عثمانؓ کے خون کے بارے میں لڑتا ہوں حضرت علیؓ نے قاتلین کو پناہ

دے رکھی ہے جائیں انہیں کہیں کہ وہ قاتلین عثمانؓ سے قصاص دلا دیں میں اہل شام میں سے سب سے پہلے ان کی بیعت کرلوں گا (البدایہ ص 260 ج 7) حضرت علیؓ سے اختلاف کے باوجود انہوں نے قیصر روم کو جب اس نے مسلمانوں کی باہمی لڑائی سے فائدہ اٹھا کر حملہ کرنا چاہا تو حضرت معاویہؓ نے اسے لکھا:

واللہ لإن لم تنتہ وترجع إلی بلادك یالعین ! لأصطلحن أنا و ابن عمی علیك ولأخرجنك من جمیع بلادك ولأضیقن علیك الأرض بما رحبت "

(البدایة ص 119 ج8، تاج العروس ص 208ج 7)

اللہ کی قسم اگر تو باز نہ آیا اور اے لعین ! اپنے علاقے کی طرف نہیں لوٹ جائے گا تو میں اپنے چچازاد بھائی علیؓ سے صلح کر کے تیرے خلاف نکلوں گا۔ تجھے تیرے تمام شہروں سے نکال دوں گا اور تجھ پر زمین اپنی فراخی کے باوجود تنگ کر دوں گا" حضرت معاویہؓ کا یہ مکتوب بین دلیل ہے کہ ان کی باہمی لڑائی ذاتی دشمنی کی بنا پر نہیں، وہ حضرت علیؓ کے قدردان تھے تبھی تو ان کے انتقال کی خبر پا کر آبدیدہ ہو گئے۔ ان کی اہلیہ نے کہا آپ ان سے لڑتے رہے ہیں اور آج خبر وفات سن کر رو رہے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: **ویھك إنك لاتدرین مافقد الناس من الفضل والفقه والعلم "** تجھ پر افسوس، تو نہیں جانتی کہ لوگوں کا کس قدر فضیلت' فقہ اور علم میں نقصان ہوا ہے (البدایہ ص 130 ج 8) حضرت علیؓ کی وفات پر ان کا رونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنی روش پر نادم تھے۔ امام عبداللہ بن المبارک نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن یزید بن اسد حضرت معاویہؓ کے پاس ان کی مرض الموت میں حاضر ہوئے تو دیکھا وہ رو رہے تھے انہوں نے کہا اے امیر المومنین ! آپ کیوں روتے ہیں؟ اگر آپ فوت ہو گئے تو جنت میں جائیں گے اور اگر زندہ رہے تو لوگوں کو آپ کی ضرورت ہے حضرت معاویہؓ نے فرمایا: آپ کے والد پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو وہ مجھے نصیحت کرتے تھے اور حجرؓ بن عدی کے قتل سے روکتے تھے (الزھد، الاصابہ ص 336ج 6) گویا آپ قتل حجرؓ بن عدی پر بھی بالآخر پریشانی اور تاسف کا اظہار کرتے تھے

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب امیر معاویہؓ پر آخری وقت آیا تو ان سے کہا گیا کہ آپ کوئی وصیت فرمائیں، انہوں نے فرمایا:

اے میرے اللہ! میری خطا معاف فرما، لغزش سے درگزر فرما، اپنے حلم سے اس کی نادانی درگزر فرما جس کی امید تیرے سوا کسی اور سے وابستہ نہیں، تجھ سے بچ کر بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں، وہ زمین پر اپنا چہرہ رکھ کر کہہ رہے تھے: اے اللہ! آپ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اللہ اس کو نہیں بخشتا جس نے اس سے شرک کیا، اس کے علاوہ وہ جسے چاہے بخش دے۔ اے اللہ! مجھے ان میں سے کر دے جن کو تو بخشنا چاہتا ہے۔'' (البدایہ ص 142 ج 8' السیر ص ج 3 وغیرہ) ان سب امور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت معاویہؓ بھی بالآخر پریشان تھے اور اپنے رب کے حضور معافی کے خواستگار تھے، اس سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ ان کی حضرت علیؓ سے مخاصمت دنیا طلبی میں نہ تھی۔ بلکہ جو کچھ تھا بر بنائے اجتہاد تھا۔

ربنا اغفرلنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان۔

امام ابن قدامہؒ کا موقف

شیخ الاسلام امام موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی المتوفی 620ھ اہل سنت کے عقائد بیان کرتے ہوئے اپنے رسالہ **لمعة الاعتقاد الهادي إلى سبيل الرشاد** " میں لکھتے ہیں:

''سنت پر عمل کا تقاضا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت وعقیدت رکھی جائے ان کے محاسن بیان کئے جائیں، ان کے لئے اللہ سے رحمت وبخشش کی دعا کی جائے، ان کی شان میں کوئی نازیبا بات نہ کہی جائے، اور ان کے مابین جو اختلافات ہوئے ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے، ساتھ ہی ان کے افضل امت ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ (لمعۃ الاعتقاد مترجم ص 77) اس کے بعد انہوں نے صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہرات کے مختصراً مناقب نقل کئے ہیں اور اس بحث کے آخر میں فرمایا ہے کہ

''قرآن مجید میں حضرت عائشہؓ کی براءت نازل ہو جانے کے بعد اگر کوئی انہیں متہم کرے تو وہ کافر ہے، معاویہؓ تمام مومنوں کے ماموں کاتب وحی اور مسلم خلفاء میں سے

ہیں رضی اللہ عنہم (ایضاص 79' 80)

امام ابوالحسنؒ الاشعری کا عقیدہ

امام ابوالحسنؒ علی بن اسماعیل بن اسحاق الاشعری المتوفی 324ھ علم کلام کے بانی اور علم وعقل میں درجہ امامت واجتہاد پر فائز تھے۔جن کی تصانیف کی تعداد تین سو بتلائی جاتی ہے۔ انہی میں عقیدہ کے موضوع پر " الإبـانة مـن اصول الديـانة " ان کی معروف کتاب ہے۔اسی کتاب میں مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں انہوں نے جو وضاحت فرمائی حسب ذیل ہے۔

فأما ماجرى بين على والزبير و عائشة فانما كان على تاويل و اجتهاد، و على الإمام، و كلهم من أهل الاجتهاد و قد شهد لهم النبى ﷺ بـالـجـنة والشهـادة فدل على أنهم كانوا عـلـى حـق فى اجتهاد هم و كذلك ماجرى بين على و معاوية كـان على تاويل و اجتهاد و كل الصحابة أئمة مامونون غير متهمـين فـى الـديـن' وقـد اثنى الله و رسوله على جميعهم و تـعـبـد نا بتوقيرهم و تعظيهم و موالا تهم والتبرى من كل من ينقص احدا منهم رضى الله عن جميعهم"

(الإبانة صفحه225,224)

''اور جو کچھ حضرت علیؓ ،زبیرؓ اور عائشہؓ کے مابین ہوا وہ تاویل و اجتہاد کی بنا پر تھا۔ حضرت علیؓ امام تھے اور وہ سبھی مجتہدین میں سے تھے، آنحضرت ﷺ نے ان کے بارے میں جنت اور شہادت کی خبر دی ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے اپنے اجتہاد میں حق پر تھے، اسی طرح جو کچھ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین رونما ہوا وہ بھی تاویل و اجتہاد کی بنا پر تھا، تمام صحابہ امام و مامون ہیں دین کے بارے میں متہم نہیں۔اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے تمام کی تعریف کی ہے اور ہمیں ان کی توقیر و تعظیم اور ان

سے محبت کرنے اور جو ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کرے ان سے بیزاری کا مکلف بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہے۔"

امام اشعریؒ کے اس بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل سنت کو صحابہ کرامؓ کے بارے میں بالعموم اور ان کے باہمی مشاجرات کے بارے میں بالخصوص کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔ امام اشعریؒ کے " مقالات " سے اہل سنت کے عقائد کی نصوص کو شیخ محمد بن عبدالرحمٰن الخمیس حفظہ اللہ نے " **اعتقاد أهل السنة** " کے نام سے جمع کیا۔ اس میں بھی امام اشعریؒ کے الفاظ ہیں:

"ويعرفون حق الذين اختارهم الله سبحانه لصحبة نبييه ﷺ ويا خذون بفضائلهم ويمسكون عما شجر بينهم صيغرهم و كبيرهم" (اعتقاد أهل السنة ص 120)

"اور وہ ان کا حق پہچانتے ہیں جن کو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا وہ ان کے فضائل خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے لیتے ہیں اور ان کے باہمی اختلافات سے خاموشی اختیار کرتے ہیں۔" شیخ محمد بن عبدالرحمٰن نے اس کی شرح میں مزید تائید کے لیے امام صابونیؒ کی عقیدۃ السلف، امام ابن بطہ کی "**الابانة**" اور امام ابوبکرؒ الاسماعیلی کی " **اعتقاد أئمة أهل الحديث** " کے حوالہ جات بھی نقل کیے ہیں۔ امام صابونی اور امام ابن بطہ کا کلام اپنے اپنے محل پر ہم نقل کر آئے ہیں، اہل سنت کے عقیدہ کے حوالہ سے ائمہ کرام کی ان تصریحات کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مشاجرات کو ہوا دینا اور موضوع سخن بنانا اہل سنت کا طرز عمل نہیں بلکہ رفض و تشیع کے فکر کا آئینہ دار ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تصریحات

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے اپنے مکتوبات میں متعدد مقامات پر مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں عقیدہ اہل سنت کی وضاحت کی ہے۔ جس کا

استیعاب یہاں مشکل ہے۔ شائقین حضرات سے درخواست ہے کہ وہ پوری تفصیل ان کے مکتوبات میں دفتر اول حصہ دوم مکتوب نمبر 80,59,54 حصہ سوم مکتوب نمبر 210 حصہ چہارم مکتوب نمبر 226,251 حصہ ششم مکتوب نمبر 32 حصہ ہفتم مکتوب نمبر 67 میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہم یہاں مکتوبات کے حوالہ سے چند باتیں نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد صاحب لکھتے ہیں:

اہل سنت، اللہ تعالی ان کی مساعی کو قبول فرمائے، صحابہ کرامؓ کے مشاجرات و منازعات کو اچھے محامل پر محمول کرتے ہیں۔ اور خواہش نفس و تعصب وغیرہ سے دور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ خیر البشر حضرت محمد ﷺ کی صحبت کے اثر سے ان کے نفوس صاف اور ان کے سینے عداوتوں اور کینوں سے قطعی پاک ہو گئے تھے، اُن کے ان باہمی معاملات میں ہر ایک کی اپنی رائے تھی اور اپنا اپنا اجتہاد تھا، ہر مجتہد پر اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا واجب ہے، اختلاف آراء کی وجہ سے یہ مخالفت و منازعت واقع ہوئی۔ اور ہر ایک نے اپنی رائے کے مطابق عمل کرنا ضروری سمجھا۔ لہٰذا ان کی یہ مخالفت رائے حق کی موافقت کے رنگ میں تھی نہ کہ نفس امارہ کی خواہش سے ....

حضرت علیؓ سے جن حضرات کی لڑائیاں ہوئیں وہ اہل اسلام کی کثیر جماعت تھے اور ان میں بہت سے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے اور ان میں بعض وہ بھی ہیں، جن کو دنیا میں آنحضرت ﷺ کی زبان اقدس سے جنت کی بشارت مل چکی ہے، ان کی تکفیر اور تشنیع کوئی معمولی بات نہیں، بہت برا کلمہ ہے جو انہیں برا کہنے والوں کی زبانوں سے نکلتا ہے، دین و شریعت کا قریباً" نصف حصہ ایسا ہو گا جو انہی کی وساطت سے امت کو پہنچا ہے، اگر وہ بھی مجروح و مطعون ہو جائیں تو آدھا دین بے اعتبار ہو جائے گا۔"

(دفتر دوم مکتوب نمبر 36)

اسی طرح ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

وہ اختلافات و مشاجرات جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین واقع ہوئے خواہشات نفس کا

نتیجہ نہ تھے، ان کی خواہشات تو شریعت کے مطابق تھیں، نبی خیر البشر ﷺ کی صحبت سے ان کے نفوس پاک صاف اور نفس امارہ کی آلودگیوں سے آزاد ہو گئے تھے، نہ ان کی بنیاد جہالت پر تھی، بلکہ وہ اجتہاد و علم کے نتیجے میں اور اعلائے حق کی خاطر پیش آئے، البتہ اس اجتہاد میں حضرت علیؓ مصیب اور ان کے فریق مخالف غلطی پر تھے، لیکن یہ ایسی اجتہادی غلطی تھی جس نے ان کو فسق تک نہیں پہنچایا، بلکہ اس معاملے میں ان کو ملامت کرنے کی بھی گنجائش نہیں۔ کیونکہ مجتہد خطا کار بھی گنا گار نہیں ایک درجہ ثواب کا ہی مستحق ہے۔ لہٰذا زبان کو ان کے حق میں ناروا بات کہنے سے باز رکھنا اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہیے افراط و تفریط کے درمیان یہ راہ اعتدال ہے جسے اہل سنت نے اختیار کیا اور یہی طریقہ اسلم اور سبیل محکم ہے۔ اور "شارح المواقف" نے جو یہ نقل کیا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب ان مشاجرات کو مبنی بر اجتہاد نہیں مانتے، اس سے مراد کون سے اہل علم ہیں؟ اہل سنت تو اس کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں، اہل سنت کی تمام کتابیں اس صراحت سے بھری پڑی ہیں کہ حضرت علیؓ کے فریق مخالف کی غلطی اجتہادی تھی، جس طرح کہ امام غزالیؒ اور قاضی ابوبکرؒ وغیرہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے، لہٰذا ان کی تضلیل و تفسیق جائز نہیں، نہ کوئی مسلمان ایسی جسارت کر سکتا ہے الا یہ کہ اس کا دل روگ اور اس کا باطن خبث سے آلودہ ہو، بعض فقہاء نے حضرت معاویہؓ کے حق میں جو "جور کا لفظ استعمال کر کے انہیں امام جائر کہا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں مستحق خلافت نہ تھے نہ یہ کہ اس سے مراد وہ جور ہے جس کا مآل فسق و ضلالت ہے۔ یہ تاویل اس غرض سے کی گئی ہے کہ تا کہ یہ قول بھی اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق ہو جائے، لیکن راست رو لوگ ایسے الفاظ ہی سے اجتناب کرتے ہیں، جن سے خلاف مقصود کا وہم ہو سکتا ہے۔ اور وہ لفظ "خطاء" سے زیادہ اور کچھ نہیں کہتے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ ظالم ہوں جبکہ صحیح طور پر یہ ثابت ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق المسلمین دونوں کو عدل و انصاف سے پورا کرنے والے تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی نے ان کے متعلق جو "خطاء منکر" کے الفاظ استعمال کیے ہیں یہ بھی درحقیقت زیادتی ہے، جو شخص بھی غلطی کے علاوہ کسی اور لفظ کا اضافہ کرتا ہے وہ خود زیادتی کا

ارتکاب کرتا ہے۔" (مکتوبات دفتر اول حصہ دوم مکتوب نمبر 54)

اسی طرح ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرامؓ کے مابین جو جنگیں ہوئیں مثلاً جنگ جمل اور جنگ صفین ان سب کو اچھے محامل پر محمول کرنا اور خود غرضیوں و تعصبات سے دور رکھنا چاہیے۔ یہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی صحبت کی برکت سے ہوا وہوس اور کینہ وحرص سے پاک صاف تھے۔ یہ اگر کسی سے مصالحت رکھتے تھے تو صرف حق کے لیے اور اگر کسی سے لڑتے تھے تو صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے، بلاشبہ ان میں سے ہر گروہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا، اور بغیر کسی تعصب اور خود غرضی کے دوسروں کو اپنے سے دور کیا۔ ان کا حال یہ ہے کہ جس کا اجتہاد ان میں سے ٹھیک تھا اس کو دو درجے اور ایک قول کے مطابق دس درجے ثواب ملے گا، اور جس سے اجتہاد میں غلطی ہوئی ایک درجہ ثواب سے وہ بھی محروم نہیں رہے گا، غرض جن لوگوں سے اجتہاد میں غلطی ہوئی وہ اسی طرح لعن و ملامت سے دور ہیں، جس طرح فریق ثانی۔ بلکہ جیسا کہ بتلایا گیا ہے وہ بھی کم از کم ایک درجہ ثواب کے مستحق ہیں۔ البتہ علمائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جنگوں میں حضرت علیؓ کا موقف حق تھا اور آپ کے مخالفین سے اجتہاد میں غلطی ہوئی، بایں ہمہ ان پر طعن نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی کسی ملامت کی گنجائش ہے چہ جائیکہ کفر یا فسق کی ان کی طرف نسبت کی جائے، خود حضرت علیؓ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم سے باغی ہو گئے ہیں، نہ وہ کافر ہیں نہ ہی فاسق، کیونکہ ان کا اختلاف تاویل پر مبنی ہے جو کفر و فسق کے لیے مانع ہے۔ اور ہمارے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلافات میں دخل دینے سے بچو، لہٰذا ہم کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم و تکریم کرنا اور سب کو اچھے لفظوں سے یاد کرنا چاہیے، اور ان میں سے کسی کے حق میں بدگوئی اور بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ نجات اور کامیابی کا یہی راستہ ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ سے محبت رسول اللہ ﷺ ہی کے واسطہ سے ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توقیر و تعظیم نہیں کی وہ گویا آنحضرت ﷺ پر ایمان نہیں لایا۔

(مکتوبات دفتر دوم مکتوب 67)

حضرت مجدد رحمہ اللہ نے ان ارشادات میں مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہل سنت کے موقف کی جس حسن وخوبی سے وضاحت کی ہے، اس کے بعد سلیم الفطرت انسان کے لیے کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس سے اس بات کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ جن بعض حضرات نے اس سلسلے میں تیزی دکھلائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازیبا کلمات کہے وہ ان کی انفرادی رائے ہے، اسے اہل سنت کا موقف قطعاً" قرار نہیں دیا جاسکتا، حضرت مجددؒ صاحب نے روافض کے رد میں ''رد روافض'' کے نام سے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے، اس میں مشاجرات کے بارے میں وہی موقف بیان کیا گیا ہے جو مکتوبات میں ہے اس رسالہ کی تعریب بھی ہوئی اور یوں یہ عربی میں بھی 1411ھ بمطابق 1991ھ میں استنبول سے شائع ہو چکا ہے۔ شرح المواقف کے حوالہ سے حضرت مجددؒ صاحب نے جو فرمایا، بلاشبہ قابل غور ہے کہ انہوں نے جو یہ کہہ دیا کہ "ہمارے علمائے سنت کی کثیر تعداد حضرت علیؓ سے لڑنے والوں کی تفسیق کی قائل ہے۔" یہ علمائے سنت کون ہیں اور وہ کس مقدار میں ہیں؟ جبکہ ہم نے تو قرن اول سے تاہنوز علمائے سنت کا موقف اس کے برعکس پایا، کتب عقائد پر مشتمل معتبر ترین کتابوں کے حوالہ جات قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے، فقہائے اربعہ اور حضرات محدثینؒ کی تصریحات بھی آپ کے پیش خدمت کر دی گئیں، اب بتلایا جائے کہ ان کے مقابلے میں "علمائے سنت کی کثیر تعداد" کن حضرات پر مشتمل ہے۔

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ بعض حضرات محض حق وکالت ادا کرتے ہوئے شارح المواقف علامہ سید شریف علیؒ بن محمد الجرجانی کی اس عبارت اور بعض اسی نوعیت کے ایک دو اقوال کے سہارے یہ باور کرانے کی پوری کوشش میں ہیں کہ حضرت علیؓ سے لڑنے والے فاسق تھے، ان کی یہ باہمی لڑائی کسی اجتہادی خطاء کا نتیجہ نہ تھا، اس سلسلے میں بڑی چابکدستی سے السنن الکبریٰ للبیہقی صفحہ نمبر 174 ج 8 کے حوالے سے حضرت عمارؓ بن یاسر کا یہ قول بھی ذکر کیا گیا کہ انہوں نے فرمایا یہ مت کہو کہ اہل شام نے کفر کیا۔ لیکن یہ کہو کہ انہوں نے فسق یا ظلم کیا۔"

حالانکہ ان کے باہمی منازعات کے سلسلے میں ایک دوسرے کے بارے میں ان کا تبصرہ محل استدلال قرار دینا بجائے خود غلط ہے، میراث نبوی کے بارے میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے مابین اختلاف ہوا، حضرت عمرؓ فاروق اور صحابہ کی ایک جماعت کے سامنے حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو جھوٹا' گنہگار اور خائن تک کہہ دیا۔ (مسلم ص 90 ج2) تو کیا اب حضرت علیؓ کے بارے میں اس تبصرہ کو درست سمجھ لیا جائے؟ **نعوذ باللہ من شرور انفسنا** ،حضرت عمارؓ ہی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا اہل شام کو کافر مت کہو ہمارا اور ان کا نبی ایک' ہمارا اور ان کا قبلہ ایک ہے "**لکنھم قوم مفتونون**" لیکن وہ لوگ فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ (ابن ابی شیبہ ص 291,290 ج 15) مگر آپ پڑھ آئے ہیں کہ امام عبداللہؒ بن مبارک نے اسی سلسلے میں فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کے مابین چلنے والی تلوار فتنہ تھی، مگر میں ان میں سے کسی کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو گیا تھا (السیر ص 405 ج8) غور فرمائیے کہاں سلف کا یہ احتیاط و احترام اور کہاں آج انہی کے ایسے اقوال سے ایک دوسرے کی تفسیق و تضلیل پر استدلال، **انا اللہ وانا الیہ راجعون** ۔اس لیے شارح المواقف ہوں یا کوئی اور بزرگ، ان کے ایسے اقوال کو ان کی انفرادی رائے تو کہا جاسکتا ہے مگر علمائے اہل سنت کا یہ موقف قطعاً نہیں جیسا کہ حضرت مجدد صاحب اور دیگر حضرات نے بالبداہت فرمایا ہے۔

علامہ تفتازانیؒ کا فیصلہ

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانیؒ المتوفی 792 مشہور اصولی اور فقیہ امام ہیں، عقیدہ کے موضوع پر "شرح العقائد" ان کی مشہور تصنیف ہے جو مدارس عربیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ اسی کتاب میں وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں رقمطراز ہیں:

ویکف عن ذکر الصحابة الا بخیر لماروی من الأحادیث الصحیحة فی مناقبھم و وجوب الکف عن الطعن .... وما وقع بینھم من المحاربات والمنازعات فله محامل و تاویلات"

(شرح العقائد مع النبراس ص 546,549)

یعنی صحابہ کرام ﷺ کا ذکر بجز خیر اور بھلائی کے نہ کیا جائے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں ان کے مناقب اور ان پر طعن و تشنیع سے اجتناب کا وجوب مروی ہے، اور ان کے مابین جو لڑائی اور جھگڑے ہوئے اس کے کئی محامل اور تاویلات ہیں۔

علامہ السفارینیؒ کا بیان

محدث شام امام محمد بن احمد بن سالم السفارینی التوفی 1188ھ نے اپنی کتاب **الدرة المضیئة** اور اس کی شرح لوائح الانوار البھیہ میں اس پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم اس کا ترجمہ نظر قارئین کرتے ہیں:

جو نزاع و جدال اور قتال و دفاع صحابہ کرامؓ کے مابین پیش آیا وہ اس اجتہاد کی بنا پر تھا جو فریقین کے سرداروں نے کیا، فریقین میں ہر فریق کا مقصد درست تھا اگرچہ اس اجتہاد میں حق پر ایک ہی فریق تھا، اور وہ تھے حضرت علیؓ اور ان کے رفقاء۔ اور خطا پر وہ ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ سے جھگڑا کیا، البتہ جو فریق خطا پر تھا اسے بھی یک گونہ اجر و ثواب ملے گا، اس عقیدہ میں صرف اہل جفا و عناد ہی اختلاف کرتے ہیں۔ صحابہ کرام ﷺ کے مابین مشاجرات کی جو صحیح روایات ہیں ان کو بھی ایسی صورت پر محمول کرنا واجب ہے جو ان حضرات کی طرف گناہوں کے الزام کو دور کرنے والی ہو، لہٰذا حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے درمیان جو تلخ کلامی ہوئی وہ کسی کے لیے بھی موجب عیب نہیں، اسی طرح حضرت علیؓ نے جو ابتداءً حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی تھی تو دو باتوں میں سے کوئی ایک بات تھی، یا تو اس لیے کہ ان سے مشورہ نہیں لیا گیا تھا، جیسا کہ خود انہوں نے اس کا شکوہ کرتے ہوئے ناراضی کا اظہار فرمایا، یا پھر اس سے حضرت فاطمہؓ کی دلداری مقصود تھی جو یہ سمجھتی تھیں کہ آنحضرت ﷺ کی میراث کا حصہ مجھے ملنا چاہیے، پھر بلاشبہ حضرت علیؓ نے سب کی موجودگی میں حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب متحد ہو گئے اور مقصد پورا ہو گیا۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے میں جو توقف کیا وہ یا تو اس بنا پر تھا کہ یقینی طور پر قاتل معلوم نہ ہو سکا، یا اس بنا پر کہ اگر ان حالات میں قصاص لیا جائے تو فتنہ و فساد میں اضافہ کا سبب بن سکتا ہے، حضرت عائشہؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ

حضرت معاویہؓ اوران کے ہمنواؤں نے حضرت علیؓ سے جنگ کرنے کو جو جائز سمجھا تو اس میں ان میں سے بعض حضرات مجتہد تھے اور بعض ان کی اقتداء کرنے والے تھے، اور اس بات پر اہل حق کا اتفاق ہے کہ ان لڑائیوں میں بلا ریب حضرت علیؓ حق پر تھے۔ اور وہ عقیدہ برحق جس پر کوئی مصالحت نہیں ہوسکتی یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل تھے اس لیے کہ انہوں نے تمام جنگوں میں تاویل واجتہاد سے کام لیا، اس لیے کہ اہل حق کے نزدیک حق ایک ہی ہوتا ہے، لیکن حق تک پہنچنے کے لیے پوری کوشش کرنے اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنے کے بعد کسی سے غلطی بھی ہوجائے تو وہ اجر کا حق دار ہے گناہ گار نہیں۔ ان لڑائیوں کا سبب دراصل معاملات کا اشتباہ تھا، یہ اشتباہ اسقدر شدید تھا کہ صحابہ کرامؓ کی اجتہادی آراء مختلف ہوگئیں۔ اور وہ تین حصوں میں تقسیم ہوگئے۔ ایک جماعت تو وہ تھی جن کے اجتہاد نے انہیں اس نتیجہ تک پہنچایا کہ حق فلاں کے ساتھ ہے اور اس کا مخالف باغی ہے۔ لہٰذا ان کے اس اجتھاد کے مطابق برحق فریق کی مدد کرنا اور باغی گروہ سے لڑنا واجب ہے، چنانچہ انہوں نے اسی طرح کیا، اور ظاہر ہے کہ جو اس نتیجہ پر پہنچا ہو اس کے لیے ہرگز درست نہیں کہ وہ امام برحق کی مدد اور باغیوں سے لڑائی میں کوتاہی کرے، دوسری قسم اس کے برعکس ہے اور اس جماعت پر بھی وہی کچھ صادق آتا ہے جو پہلی قسم کے لیے بیان ہوا ہے۔ صحابہ کی ایک تیسری جماعت وہ تھی جس کے لیے فیصلہ کرنا مشکل تھا اور اس پر یہ واضح نہ ہوسکا کہ فریقین میں سے کس کو ترجیح دی جائے، یہ جماعت فریقین سے کنارہ کش رہی، ان حضرات کے حق میں یہ کنارہ کشی ہی واجب تھی، اس لیے کہ جب تک کوئی شرعی سبب واضح نہ ہو کسی مسلمان کے خلاف قتال کرنا حلال نہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ تمام صحابہ معذور اور ماجور ہیں گنہگار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حق کے قابل ذکر علماء کا اس پر اتفاق ہے ان کی شہادت وروایت قبول ہے اور وہ سب عادل ہیں، اس لیے ہمارے ملک کے علماء نے بلکہ ان کے علاوہ دیگر تمام اہل سنت نے جن میں ابن حمدان (صاحب نہایۃ المبتدعین) بھی داخل ہے فرمایا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا اور ان کے درمیان جو واقعات رونما ہوئے ان کو لکھنے' پڑھنے' پڑھانے' سننے اور سنانے سے اجتناب کرنا واجب ہے، اور ان کی خوبیوں کا تذکرہ کرنا ان سے رضا

مندی کا اظہار کرنا' ان سے محبت کرنا' ان پر اعتراضات کی روش چھوڑنا، انہیں معذور سمجھنا اور یہ یقین رکھنا واجب ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ ایسے جائز اجتہاد کی بنا پر کیا جس سے نہ کفر لازم آتا نہ ہی فسق ثابت ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات اس پر انہیں اجر وثواب ملے گا اس لئے کہ یہ ان کا جائز اجتہاد تھا، بعض حضرات نے کہا ہے حق حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اور جنہوں نے ان سے قتال کیا ان کی غلطی معاف کر دی گئی ہے اور الدرة المضیئة کی نظم میں جو مشاجرات کے معاملے میں غور وفکر سے منع کیا گیا ہے وہ اس لئے کہ امام احمدؒ اس شخص پر نکیر کرتے تھے جو اس بحث میں الجھتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل میں جو احادیث آئی ہیں انہیں تسلیم کر کے ان لوگوں سے برأت کا اظہار فرماتے تھے جو صحابہ کو گمراہ یا کافر کہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ میں سکوت اختیار کیا جائے۔ (لوائح الانوار البهية ص 369' 370 ج 2)

اسی طرح لوائح الانوار ص 46 ج 1 میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شرف وفضل کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "لوگوں پر واجب ہے کہ ان کے محاسن کو بیان کریں اور ان کے مابین ہونے والے اختلاف سے زبان بند رکھیں، اور اس اختلاف کو ان کے اجتہاد کا نتیجہ سمجھیں کہ ان میں سے ہر فریق نے جو کیا وہ سمجھتا تھا کہ اس کے لئے اسی پر عمل کرنا واجب ہے دین اور مسلمانوں کے لئے یہی مناسب ہے اور ہر مجتہد کو اس کے عمل کا ثواب ملتا ہے۔"

علامہ السفارینیؒ کے اس تفصیلی بیان سے اہل سنت کے موقف کو سمجھنے میں کوئی ابہام نہیں رہتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بہر نوع احترام اور ان سے محبت کا اظہار کرنا چاہئے۔ ان کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہئے جس میں سوء ادب کا پہلو پایا جاتا ہو۔ ان کے باہمی مشاجرات کے بارے میں بھی خاموشی اختیار کرنی چاہئے اور ان کے باہمی نزاعات کو اختلاف اجتہاد وتاویل پر محمول کرنا چاہئے۔ البتہ ان کے کلام میں مزید دو باتوں کی وضاحت مختصراً ضروری ہے۔

اول یہ کہ معروف قول کے مطابق انہوں نے فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت

فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی، مگر اس کی بنیاد امام زہریؒ کے قول پر ہے جو مرسلاً ہے جبکہ صحیح سند سے حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے مسجد نبوی میں بیعت عامہ کے وقت ہی حضرت علیؓ نے بھی بیعت کر لی تھی۔ جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الاعتقاد ص 178 ' السنن الکبریٰ ص 143 ج 8 میں اور امام حاکم نے المستدرک ص 76 ج 3 میں بیان کیا ہے جسے حافظ ابن کثیر نے البدایہ ص 248 ' 249 ج 5 ' ص 302 ج 6 میں بھی نقل کیا ہے امام بیہقیؒ اور حافظ ابن کثیر نے اس کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو السنن الکبریٰ ص 300 ج 6 ' حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو ابن حبان کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ چھ ماہ کے بعد بیعت ازالہ شبہ کے لئے بیعت ثانیہ تھی۔ فتح الباری ص 495 ج 7 باب غزوۃ خیبر رقم الحدیث 4241 ' مزید تفصیل کا یہ محل نہیں۔

ثانیاً: علامہ السفارینی نے جنگ جمل وصفین سے علیحدگی اختیار کرنے والوں کے بارے میں جو یہ فرمایا کہ وہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ پائے تھے اس لئے علیحدہ رہے محل نظر ہے جب کہ صحیح یہ کہ اس بارے میں وہ حضرات متعدد نصوص کی بنا پر علیحدہ رہے جیسا کہ پہلے اس کی مختصر اُوضاحت گزر چکی ہے۔

امام الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ

امام الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتاب "**إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء**" کی اہمیت کسی صاحب علم پر مخفی نہیں۔ حضرت شاہ صاحب مشاجرات صحابہ کے حوالہ سے اپنے انداز میں لکھتے ہیں:

واما آن کہ حضرت عائشہ وطلحہ وزبیرؓ مجتہد مخطی معذور بودند ازاں قبیل کہ **من اجتهد فقد اخطأ فله اجر واحد** پس ازاں جہت کہ متمسک بودند بشبہ ہر چند دلیل دیگر ارجح ازوی بود وموجب آن شبہ دو چیز است۔ الخ

(ازالۃ الخفاء ص 279 ج 2 ومترجم 521 ج 4)

"رہا یہ کہ حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم خطا کرنے والے معذور تھے اس اصول پر کہ جس نے اجتہاد کیا اور خطا کھائی تو وہ ایک اجر کا مستحق ہے تو وہ اس اعتبار سے

معذور ہیں کہ انہوں نے شبہ سے استدلال کیا اگرچہ اس سے زیادہ راجح دوسری دلیل بھی موجود تھی۔ اور اس شبہ کا موجب دو چیزیں تھیں۔''

اس کے بعد انہوں نے ان دو شبہات کو بیان کیا ہے اور دونوں کے قرائن و دلائل بھی بیان کئے ہیں۔ جس کی تفصیل یہاں غیر ضروری ہے۔ اس تفصیل کے بعد شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں کہ انہی شبہات کی بناء پر ہی حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین جنگ صفین ہوئی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"واما آنکہ معاویہ مجتہد مخطی معذور بود پس ازاں جہت کہ متمسک بود بشبہ' ہر چند دلیل دیگر در میزان شرع راجح تر ازاں برآمد مانند آنچہ در قصہ اہل جمل تقریر کردم بازیادت اشکال" الخ

''اور رہا یہ کہ حضرت معاویہؓ مجتہد مخطیؑ اور معذور تھے تو اس کی صورت یہ ہے کہ وہ شبہ کے ساتھ دلیل پکڑے ہوئے تھے اگرچہ دوسری دلیل جو میزان شریعت میں اس سے زیادہ وزن رکھتی تھی' اسی طرح جس کی تقریر ہم اہل جمل کے قصہ میں کر چکے ہیں بعض اشکال کے اضافہ کے ساتھ۔''

گویا حضرت معاویہؓ کے سامنے اہل جمل سے بھی زیادہ اشکالات تھے جن کی بنا پر وہ حضرت علیؓ کی بیعت نہ کر سکے اور بالآخر اس کا نتیجہ جنگ صفین کی شکل میں سامنے آیا، ان اشکالات کی وجہ سے حضرت معاویہؓ بھی معذور تھے، گو حضرت علیؓ کا موقف ان سے راجح اور دلائل کے اعتبار سے صحیح تھا وہ مزید اشکالات کیا تھے اس کی تفصیل شائقین حضرات ازالۃ الخفاء میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ تمام تر تفصیلات ہمارے موضوع سے خارج ہیں اور تطویل کا باعث بھی۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے شاگرد رشید بیہقی وقت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی'' المتوفی 1225ھ نے اپنی مشہور کتاب "السیف المسلول" میں صحابہ کرامؓ پر مطاعن کا بڑی

سنجیدگی سے جواب دیا ہے۔ اور آخر میں صاف طور پر لکھا ہے کہ مشاجرات صحابہ مبنی بر خطا اجتہادی تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

مقالہ ردمطاعن عن صحابہؓ میں واضح ہو چکا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی جھگڑے اور لڑائیاں اجتہادی غلطی کی وجہ سے ہوئیں جس سے کسی فریق کا کفر ثابت نہیں ہوتا، چنانچہ امیر المؤمنین علیؓ فرماتے ہیں: ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے لڑ پڑے، کیونکہ ان میں کجی و ٹیڑھ اور شبہ و تاویل ہو گیا ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کے بارے میں فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔ لہذا یہ مشاجرات معاویہؓ و عمروؓ بن العاص کے صحابی رسول ہونے کے منافی نہ ہیں، یہ بزرگ صحابی رسول ہیں تو غیر صحابی سے ان کی فضیلت اور برتری عمومات کتاب و سنت کے ضمن میں لازم آئی ہے اگرچہ افضیلت میں ازعرش تا فرش سے بھی زیادہ تفاوت ہو۔ لہذا جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نیکی اور دعا سے یاد کرنا چاہیے ان کے حق میں کینہ اور عداوت نہیں رکھنی چاہیے، مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں زبان بند رکھنی چاہیے اور اچھی تاویل کرنی مناسب ہے۔

(السیف المسلول مترجم 485,484)

اسی طرح رافضیوں کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ''آٹھواں طعن'' کا تفصیلی جواب دینے کے بعد لکھتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دشمنی رکھنا اور ان کے بے شمار مناقب کو فراموش کر کے چند واقعات کو بنیاد بنا کر ان پر طعن کرنا اپنے دین سے دشمنی رکھنا ہے، ہونا تو ایسا چاہیے کہ اگر ان سے کوئی بات یا فعل ثابت ہو جائے جو بظاہر شرع کے خلاف ہے تو اس کی تاویل کر دینی چاہیے اور ان کے متعلق حسن ظن سے کام لینا چاہیے اس لیے کہ اس جماعت کے لئے نیکی اور خیر کی شہادت شرع میں ثابت ہو چکی ہے۔" (السیف المسلول ص380)

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی

برصغیر میں فتنہ رفض و تشیع کو فرو کرنے اور اس کے اثر سے اہل سنت کو محفوظ کرنے کی جو ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی بے نظیر کتاب ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء''

سے کی تھی اسی مشن کو آگے بڑھانے میں ان کے تلامذہ نے بھی بھرپور حصہ لیا۔حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی ''السیف المسلول'' اور حضرت شاہ صاحب کے فرزند ارجمند امام العلماء سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی المتوفی 1239ھ کی ''تحفہ اثنا عشریہ'' اس سلسلے کی سلسلۃ الذھب ہیں۔''تحفہ اثنا عشریہ'' کے باب "دوازدہم" (بارہویں) میں رافضیوں کے اعتراضات کا جواب دینے کے بعد اہل سنت کے مسلک وموقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسائل فقہیہ میں صحابہ کرامؓ کا حضرت علیؓ سے اختلاف جیسے امامت، مسائل ہبہ، تقسیم خمس، متعۃ الحج وغیرہ میں اجتہادی امور کی بنا پر ہے۔جس طرح حضرت علیؓ مجتہد تھے ان سے اختلاف کرنے والے صحابہ بھی مجتہد تھے اور مسائل اجتہادیہ میں اختلاف جائز ہے۔ باعث ردو قدح نہیں۔البتہ جو بغض و عداوت سے حضرت علیؓ سے لڑتا ہے جیسے خارجی، تو باجماع اہل سنت احکام عقبیٰ میں کافر ہے، اس کے لئے دعائے مغفرت جائز نہیں۔

وعلی ھذا القیاس ومحارب حضرت أمیر نہ از عداوت وبغض بلکہ از شبہ فاسد وتاویل باطل مثل اصحاب جمل واصحاب صفین پس در خطائے اجتھادی و بطلان اعتقادی خود مشترک اند فرق ایں است کہ ایں خطائے اجتھادی وفسق اعتقادی اصحاب جمل اصلا مجوز طعن وتحقیر نیست بسبب ورود نصوص قطعیہ قرآنی واحادیث متواترہ در مدح وثنا خوانی ایشاں........ ودر اصحاب صفین چوں ایں امور بالقطع ثابت نشدہ توقف وسکوت لازم است نظر بعمومات آیات واحادیث دالہ بر فضائل صحابہ بلکہ جمیع مؤمنین وامید شفاعت ونجات بعفو پروردگار آری، الخ (تحفہ 626)

اس قیاس پر جو حضرت علیؓ سے ازراہ عداوت وبغض نہیں بلکہ شبہ فاسد اور تاویل باطل کی بنا پر لڑے جیسے جنگ جمل اور جنگ صفین میں حصہ لینے والے ہیں، سو یہ خطا اجتھادی وبطلان اعتقادی میں مشترک ہے، فرق یہ ہے کہ خطاء اجتہادی اور فسق اعتقادی اصحاب جمل میں ہرگز طعن وتحقیر کا باعث نہیں اس لیے کہ نصوص قطعیہ اور متواتر احادیث ان کی مدح

وتعریف میں وارد ہیں، اور آنحضرت ﷺ سے ان کا تعلق نسبتی وصہری اور قرابت داری اور ان کا سابقین اولین میں ہونا ثابت ہے۔ان کے باہمی اختلاف ونزاع کی نوعیت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے مابین نزاع کی سی ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت پر نصوص قطعیہ ثابت ہیں۔اور یہی نصوص مانع ہیں کہ انہوں نے اپنے بڑے بھائی سے جو کیا اس پر ان کو طعن وملامت کی جائے، انہوں نے جو کیا للہ فی اللہ کیا، ہوائے نفسانی نزغہ شیطانی کی بنا پر نہیں تھا، اور اصحاب صفین میں بھی یہ امور قطعی طور پر ثابت نہیں ہیں اس لیے ان کے بارے میں بھی توقف اور سکوت لازم ہے ان آیات واحادیث کی بنا پر جو عام طور پر صحابہ کرامؓ بلکہ سب ایمانداروں کے حق میں آئی ہیں۔اللہ تعالی سے نجات وعفو کی امید رکھنی چاہیے۔"

اختصاراً ہم نے مکمل فارسی عبارت نقل نہیں کی۔البتہ اس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں ذکر کر دیا ہے۔حضرت شاہ صاحب کے الفاظ میں "فسق اعتقادی" وغیرہ کے الفاظ سے توحش نہیں ہونا چاہیے کیونکہ خود انہوں نے وضاحت فرمادی ہے کہ " درعرف اہل سنت خطائے اجتھادی نامند "فسق اعتقادی اہل سنت کے عرف میں خطاء اجتھادی ہے۔(تحفہ ص 618)

اسی طرح انہوں نے صاف صاف لکھا ہے کہ:

وایں صحابہ کبار وام المؤمنین بالتخصیص قصد محاربۂ حضرت امیر نداشتند بلکه از قتله عثمان استیفائے قصاص مخصوص داشتند.

اور صحابہ کبارؓ یعنی حضرت طلحہؓ وزبیرؓ اور ام المؤمنین نے خاص طور پر حضرت علیؓ سے قصداً لڑائی نہیں کی، بلکہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لینا مقصود تھا۔مزید فرماتے ہیں:

وپر ظاهراست كه این اشخاص عداوت حضرت امیر نداشتند و حرب ایشان بنا بر عداوت نبود محض برائے رفع فساد امت واستیفاء قصاص مقابله نمودند۔ (ص 623)

اور خوب ظاہر ہے کہ یہ حضرات حضرت علیؓ سے عداوت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی ان کی لڑائی عداوت کی بنا پر تھی بلکہ یہ فساد دور کرنے اور حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کے لیے مقابلہ ہو گیا۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والے مشاجرات کے بارے میں شاہ صاحب نے اصولا" اہل سنت کے موقف کی خوب وضاحت کر دی ہے کہ ان کی یہ لڑائیاں بربنائے اجتہادی تھیں گو ان میں سے ایک کا موقف خطا پر مبنی تھا، اور ان کی تاویل درست نہ تھی تاہم ان میں سے کسی فریق پر حرف گیری درست نہیں بلکہ اس بارے میں توقف اور سکوت ہی کرنا چاہیے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ سلف کی تمام تر تصریحات اور حضرت شاہ صاحب اور ان کے والد گرامی کے ان اقوال کے بالکل برعکس بعض نے بڑی جرأت رندانہ سے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت معاویہؓ وغیرہ کی حضرت علیؓ کے مقابلے میں اجتہادی غلطی نہ تھی۔ اور شاہ عبدالعزیزؒ کی ایک دو عبارتوں سے اس سلسلے میں بلا جواز سہارا لیا۔ اس کی تفصیل کا یہ محل نہیں حالانکہ سلف کے کلام میں بتکرار آپ پڑھتے آئے ہیں کہ حضرت علیؓ کے مقابلے میں حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ وغیرہ کے شبہات کیا تھے، بلکہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ حضرت معاویہؓ کے سامنے اہل جمل سے بھی زیادہ اشکالات تھے، علاوہ ازیں جس دلیل کی بنیاد پر حضرت معاویہؓ وغیرہ کو خطا کار ٹھہرایا گیا ہے، اندازہ کیجئے اس کے باوجود حضرت عبداللہؓ بن عمر نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی جبکہ بالآخر حضرت معاویہؓ کی بیعت کی اور انہیں امیر تسلیم کیا، یہ حضرات آخر کس کس کو خطا کار ثابت کریں گے۔

علامہ پرھاریؒ کا موقف

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی کے ہم نام اور ہم عصر علامہ ابوعبدالرحمٰن عبدالعزیز قریشی پرھاری المتوفی 1239ھ پرھاراں کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ کے نواحی قصبہ کا نام ہے۔ اور یہ ان کا مولد و مدفن ہے کل تینتیس سال عمر پائی مگر اتنی سی عمر میں تین درجن سے زائد کتابیں لکھیں۔ (فقہائے ہند ص100 تیرھویں صدی ہجری وغیرہ)

علامہ تفتازانیؒ کی شرح العقائد کا حوالہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ اس کی شرح میں

علامہ عبدالعزیز لکھتے ہیں۔

والمحمل انهم كانوا يطلبون الحق ولكن يصيب بعضهم في الاجتهاد ويخطئ بعضهم والمخطئ في الاجتهاد غير ماخوذ بل ماجور و هكذا جرت عادت السلف الصالحين بحمل افعال الصحابة على مقاصد صحيحة۔(النبراس 549)

"یعنی علامہ تفتازانیؒ نے جو یہ کہا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جھگڑے اور لڑائیاں ہوئیں ان کے کئی محامل وتاویلات ہیں۔تو ان محاربات کا محمل یہ ہے کہ وہ حق کے طلبگار تھے،لیکن بعض اجتہاد میں راہ صواب کو پالیتے اور بعض سے خطا ہو جاتی اور اجتہاد میں خطا کرنے والا قابل مواخذہ نہیں بلکہ اجر کا مستحق ہے،سلف صالحین کی یہی عادت رہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے معاملات کو صحیح مقاصد پر محمول کرتے تھے۔"

مولانا عبدالعزیز نے حضرت معاویہؓ کے دفاع میں ایک مستقل رسالہ لکھا جسکا نام ہے" **الناهية عن طعن امير المؤمنين معاويةؓ** اس رسالہ میں بھی موصوف رقمطراز ہیں:

"ذكر كثيرمن المحققين ان ذكره حرام مخافة أن يؤدى إلى سوء الظن ببعض الصحابة " (الناهية ص ٥)

''بہت سے محققین نے ذکر کیا ہے کہ مشاجرات صحابہ کا ذکر حرام ہے اس بنا پر کہ یہ بعض صحابہ کے بارے میں سوءِ ظن کا باعث بنتے ہیں۔''اسی طرح مزید لکھتے ہیں:

ان مذهبنا اهل السنة و الجماعة هو بزل الجهد فى تاويلها واذا لم يمكن التاويل وجب ردا لرواية و وجب السكوت و ترك الطعن۔ (ايضًا ص33)

''ہمارا اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ مشاجرات کے بارے میں تاویل کی کوشش کی جائے ،اگر تاویل ممکن نہ ہوتو اس قصہ کو رد کرنا اور خاموش رہنا اور طعن نہ کرنا واجب ہے۔''

نواب صدیق حسن خانؒ کا بیان

برصغیر میں کثرت تصنیف اور خدمت دین حنیف کے بارے میں حضرت مولانا نواب صدیق حسنؒ خاں قنوجی المتوفی 1307ھ کی خدمات کسی اہل علم پر مخفی نہیں، حضرت نواب صاحب مرحوم اہل سنت کے عقائد بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ومن اصول اهل السنة والجماعة سلامة قلوبهم لأصحاب رسول صلى الله عليه وسلم.......... ويمسكون عما شجر بين الصحابة بينهم... ألخ

(قطف الثمرفي بيان عقيدة أهل الأثر ص 97 تا 103)

اہل سنت والجماعت کے اصول میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اپنے دل کو صحیح وسلامت رکھا جائے۔ اور وہ صحابہ کے مابین ہونے والے نزاعات سے خاموشی اختیار کرتے ہیں۔''

گویا صحابہ کرامؓ کے بارے میں دل میں کسی قسم کا میل رکھنا ان سے حسن ظن رکھنے کی بجائے بدظنی اور بدگمانی کا شکار ہونا اور صحابہ کرامؓ کے مابین ہونے والے اختلاف کو لطف لے لے کر بیان کرنا اور انہیں موضوع سخن بنانا اہل سنت کا نہیں بلکہ اہل بدعت کا شیوہ ہے۔

شیخ الکل حضرت میاں نذیر حسینؒ محدث دہلوی کا فتویٰ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی مسند کے وارث اور حضرت شاہ محمد اسحاقؒ محدث دہلویؒ کی مسند کے صدر نشین شیخ الکل حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی 1320ھ کا ایک تفصیلی فتویٰ ان کے فتاوی میں موجود ہے۔ کسی سائل نے دریافت کیا کہ حضرت علیؓ کے مقابلے میں حضرت معاویہؓ کو باغی یا خاطی کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور حضرت علیؓ کے مقابلے کے بغیر ان کو امیر یا امام یا رضی اللہ عنہ کہنا ضروری ہے یا نہیں، اور وہ غلطی جو امیر معاویہؓ سے ہوئی اس کا اندمال ہو گیا تھا یا نہیں، اور اگر کوئی تعصب کی بنا پر صرف معاویہؓ کہے

تو اس کا کیا حکم ہے، جس کا اولاً جواب مولوی محمد فصیح غازی پوری نے دیا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ کے مقابلے میں جہاں امیر معاویہؓ کا تذکرہ ہو وہاں لفظ حضرت یا دعائیہ الفاظ کہنا درست نہیں، البتہ انہیں برا بھلا کہنا درست نہیں اس سے زبان کو روکنا چاہئے۔ حضرت معاویہؓ نے خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کی اس لیے انہیں غلط کار اور باغی سمجھنا چاہیے، اگر خطا و بغاوت کا ازالہ ہو جاتا تو علماء ان کو خاطی اور باغی کیوں کہتے، اور حضرت علیؓ کے مقابلے کے بغیر ان کے نام کے ساتھ حضرت کا لفظ کہنا چاہیے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔

یہ جواب حضرت میاں صاحب کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے اس کی تردید کی، اور اہل سنت کے موقف کی خوب وضاحت فرمائی مزید یہ کہ ایک درجن کے قریب کبار علماء نے حضرت میاں صاحب کے اس فتوٰی کی تائید وحمایت کی اور اسے حق وصواب قرار دیا۔ یہ سوال و جواب فارسی میں ہے جو فتاوی نذیریہ جلد سوم صفحہ 445 سے 452 تک تقریباً بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہم اس کا خلاصہ اردو میں یہاں نقل کیے دیتے ہیں۔

اہل عقل و دیانت پر مخفی نہیں کہ امیر معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ابن بطال نے بسند صحیح ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو گالیاں نہ دو، رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں ان کا ایک ساتھ بیٹھنا تمہارے چالیس سال کے اعمال سے بہتر ہے، اور وکیع کی روایت میں عمر بھر کے اعمال سے بہتر ہے، کے الفاظ ہیں حضرت معاویہؓ فتح مکہ کے دن ایمان لائے آپ سے 163 احادیث مروی ہیں جو صحاح ستہ اور دوسری کتابوں میں مروی ہیں۔ ان سے بڑے بڑے صحابہؓ نے روایت کی ہے مثلاً عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن زبیر' ابو الدرداء' جریر بن عبداللہ البجلی' نعمان بن بشیر وغیرہ اور تابعین میں سے سعید بن مسیب' حمید بن عبدالرحمٰن وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ امیر معاویہؓ نے ایک رکعت وتر پڑھا۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس کے غلام پاس تھے۔ انہوں نے جا کر ابن عباسؓ سے کہا کہ امیر معاویہؓ نے ایک رکعت وتر پڑھا ہے تو انہوں نے فرمایا جانے دو وہ رسول ﷺ کے صحابی ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ٹھیک کیا وہ ایک فقیہ صحابی ہیں۔ صحیح بخاری میں آپ کا صحابیؓ ہونا اور بزبان ابن عباس عادل اور فقیہ ہونا ثابت ہو گیا تو آپ ترضی اور ترحم کے مستحق

ہو گئے۔ کیونکہ اہل سنت کے نزدیک صحابہ کے لیے رضی اللہ عنہ کہنا بالا تفاق مستحب ہے اور صحابی ہونے کی حیثیت سے ان کے متعلق حضرت علیؓ کے مقابلے میں بھی حضرت اور رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہنا مستحب ہے ممنوع نہیں۔ کیونکہ آپس کی لڑائی سے صحابہؓ صحابیت کی بزرگی سے محروم نہیں ہوجاتے ہاں رافضی کا مذہب اس کے خلاف ہے۔ البتہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں درجے کا بہت فرق ہے کیونکہ حضرت علیؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ کثیر الصحبت ہیں، آنحضرت ﷺ کے داماد ہیں اور صحابہ کے لیے رضی اللہ عنہ اور تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے لیے رحمہ اللہ کہنا مستحب ہے، غیر صحابی خواہ کتنے بڑے درجے کا آدمی ہو کسی ادنی صحابی کے درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا، شرف صحبت کے بہت سے حقوق ہیں۔ حضرت معاویہؓ صحابی ہیں لہٰذا تمام روئے زمین کے غیر صحابہ سے افضل ہیں اگر چہ صحابہؓ صحابہ میں فرق عرش سے لیکر فرش تک سے بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا ان کو دعائے خیر سے یاد کرنا چاہیے اور ان کے متعلق دل میں کینہ اور عداوت نہ رکھنا چاہیے۔ اور ہمارے دلوں میں ہر صحابی کے لیے اتنی ہی محبت ہونی چاہیے جتنی کہ ان کی محبت رسول اللہ ﷺ سے تھی۔ اور جو جھگڑے صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوئے وہ اجتہادی غلطی کی بنا پر سرزد ہوئے اور اجتہادی غلطی سے کوئی شخص کافر نہیں ہوجاتا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے خود فرمایا تھا کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے لڑنے لگے کیونکہ شبہ اور تاویل سے ان کے دلوں میں کجی آ گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ کے بارے میں فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے اور یہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ جیسا کہ قاضی ثناء اللہ صاحب نے السیف المسلول میں اور ملا علی قاری نے بھی الازھر میں فرمایا ہے اور شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ شیعہ کی کتابوں میں تواتر سے لکھا ہوا ہے کہ حضرت علیؓ نے شامیوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ اپنے بھائیوں سے لڑائی چھڑ گئی ہے کیونکہ شبہ و تاویل کی وجہ سے ان کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے جھگڑوں اور ان کی بدگوئی سے اپنی زبان بند رکھنی چاہیے (شیخ جیلانی کا مکمل کلام پہلے ہم نقل کر آئے ہیں) حضرت شیخ جیلانی محبوب سبحانی کے اس کلام سے یہ بات نکھر کر واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی مشاجرات بر بنائے اجتھاد تھے، ہمیں چاہیے کہ اس معاملہ میں خاموش رہیں۔ اور ان کا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد کر دیں۔ طرفین میں جو ان جنگوں میں

مارے گئے وہ شہید ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا، اگرچہ فی الحقیقت ایک گروہ حق پر تھا اور دوسرا غلطی پر، اور وہ غلطی اجتہادی تھی۔ جس کی اللہ تعالی کی طرف سے معافی ہے، اور سوال میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی اپنے آپ کو اہل سنت میں سے سمجھے اور تعصب کی وجہ سے حضرت معاویہؓ کو رضی اللہ عنہ نہ کہے بلکہ ان کے بارے میں بدزبانی کرے اس کا کیا حکم ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے لڑائی کی، اس لڑائی میں حضرت علیؓ حق پر تھے اور امیر معاویہؓ خطاء پر، اور اس اجتہادی غلطی پر اہل سنت کے نزدیک سب وشتم اور بدگوئی کرنا درست نہیں ہے بلکہ فاسق معین اور مرتکب کبیرہ کو بھی لعنت کرنا جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ اجتہادی غلطی پر اس کی بدگوئی کی جائے، لہذا اگر کوئی حضرت امیر معاویہؓ کو تعصب اور بغض کی وجہ سے "رضی اللہ عنہ" نہیں کہتا وہ حدیث کی وعید میں مبتلا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو جو ان کو برا کہے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی، اور جو گالی دیتا اور برا کہتا

ہے وہ درپردہ رافضی ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو اہل سنت ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح وہ بدبخت جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بدگوئی کرتا ہے حقیقت میں وہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتا ہے۔ اسے آپ کی زوجہ محترمہؓ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں ایسے برے عقیدہ سے توبہ کرنا لازمی ہے اور اہل سنت کے مسلک کو اختیار کرنا چاہیے، صحابہ کرامؓ کا بھی عقیدہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ چاروں خلفاء کی خلافت جس ترتیب سے ہے اسی ترتیب سے ان کا مرتبہ ومقام ہے، اور ہر ایک صحابی کی جو فضیلت صحیح احادیث میں وارد ہے اور اہل سنت کے عقائد میں مذکور ہے اسے بہرنوع ملحوظ رکھنا چاہیے تاکہ ہم بھی زمرہ اہل سنت میں شمار ہوں۔ جس کی تفصیل شرح مواقف' شرح مقاصد' اور ازالۃ الخفاء میں ملاحظہ کر لینی چاہیے، تاکہ اپنی جہالت اور نادانی سے باہر آئیں اور اہل سنت کے موقف ومسلک کو معلوم کر سکیں۔

(فتاویٰ نذیریہ ص 456,445)

ہم اسی پر اس رسالہ کا اختتام کرتے ہیں۔ ورنہ بعد کے علماء کے اقوال اور آراء کو ذکر کیا جائے تو اس کا حجم دو نہیں بلکہ سہ چند ہو جائے گا۔ ان سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں بہرنوع کف لسان کرنا چاہیے، ان کے

باہمی منازعات کو اجتہاد کے دائرے میں سمجھتے ہوئے بحث و تمحیص کا موضوع بنانے اور عامۃ الناس کے سامنے ان کی حکایت بیان کرنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ یہ طریقہ بالآخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حرف گیری طعن و تشنیع کا باعث بنتا ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی و بدعقیدگی کا سبب بن جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کا تقدس اور عظمت تارتار ہو جاتی ہے ان سے عقیدت و محبت اور حسن ظن کی بجائے نفرت و سوءظن پیدا ہو جاتا ہے، قرن اول سے تاہنوز تمام اہل سنت کا یہی موقف رہا ہے اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ ہمیں اسی پر قائم ودائم رکھے، اور تمام صحابہ کرامؓ سے محبت و مودت کی توفیق بخشے۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين أمنوا ربنا إنك رءوف رحيم.

(امین یا رب العالمین)

ارشاد الحق اثری

تمت
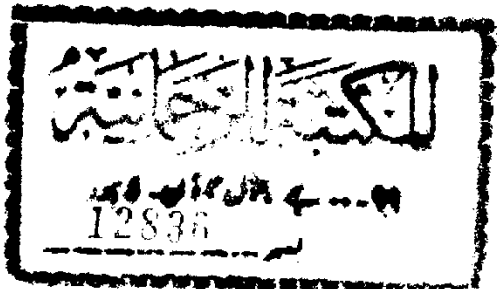
ادارہ کی دیگر مطبوعات

1. العلل المتناهية فی الأحاديث الواهية
2. إعلام أهل العصر بأحكام ركعتی الفجر للمحدث شمس الحق الديانویؒ
3. المسند للإمام أبی يعلٰی أحمد بن علی بن المثنی الموصلیؒ (چھ ضخیم جلدوں میں)
4. المعجم للإمام أبی يعلٰی الموصلی
5. المقالة الحسنی (المعرب) للمحدث عبد الرحمٰن المباركفوریؒ
6. جلاء العينين فی تخريج روايات البخاری فی جزء رفع اليدين للشيخ الأستاذ بديع الدين شاه الراشدیؒ
7. إمام دار قطنیؒ
8. صحاح ستہ اور ان کے مؤلفین
9. موضوع حدیث اور اس کے مراجع
10. عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم
11. کتابت حدیث تا عہد تابعین
12. الناسخ والمنسوخ
13. احکام الجنائز
14. محمد بن عبدالوہابؒ
15. قادیانی کافر کیوں؟
16. پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری نماز
17. مسئلہ قربانی اور پرویز
18. پاک و ہند میں علمائے اہلحدیث کی خدمات حدیث
19. توضيح الكلام فی وجوب القراءة خلف الإمام
20. احادیث ہدایہ: فنی و تحقیقی حیثیت
21. آفات نظر اور ان کا علاج
22. فضائل رجب للامام ابی بکر الخلالؒ
23. تبيين العجب للحافظ ابن حجر العسقلانیؒ
24. مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں
25. آئینہ ان کو دکھایا تو برا مان گئے
26. حرز المؤمن
27. احادیث صحیح بخاری و مسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش
28. امام بخاریؒ پر بعض اعتراضات کا جائزہ
29. مسلک اہلحدیث اور تحریکات جدیدہ
30. اسباب اختلاف الفقہاء
31. مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف کا مؤقف